

الفقر فخری والفقر منی

انا الحق

حسین بن منصور حلاج

(تاریخ تصوف میں ایک متنازعہ شخصیت)

ڈاکٹر محمد سلطان الطاف علی

سلسلہ

حضرت غلام دستگیر اکادمی

پبلیکیشنز

یکے از مطبوعات

حضرت غلام دستگیر اکادمی





تزئین و اہتمام اشاعت: سلطان ارشد القادری

پہلی بار ——— ۱۴ مارچ ۱۹۹۵ء

سرورق: اسلم کمال — منتظم طباعت: خواجہ جی

مطبع: نادر آرٹ پریس، نیا بازار، لاہور



65/-

ISBN_969_8241_05_1

"اللہ جل شانہ
نے میرے قلب سے معرفت کا اعلان کرا دیا
میں اُس سے بہت دُور تھا
مگر اُس نے قربت عطا کی
اُس نے مجھے منتخب کیا
اور بندۂ خاص بنا دیا"۔

(طاسین، صفا)



"مجھے تجھ پر اور اپنے اُوپر تعجب ہے
کہ تُو نے اپنے ساتھ مشغول کر کے
مجھے اپنے سے فنا کر دیا
مجھے اپنے سے اِتنا قریب کیا
کہ مجھے گمان ہونے لگا کہ
تُو مَیں ہے"
(تیری ذات، میرا ہی وجود معلوم ہوتا ہے)



حسین بن منصور حلاج

رحمۃ اللہ علیہ



ترتیب



بسم اللہ الرحمن الرحیم

اُن

عشاقؑ کے نام

○ جو عذاب و عتاب کے احساس سے بے نیاز رہے

○ جو اِس جہان کے اِنعام و اِکرام کو پرکاہ کی حیثیت نہیں دیتے

○ جو دُنیا کی راہ و رسوم سے طبعاً" نا آشنا رہ کر گمنام ہوئے

○

چو عیسیٰ قصدِ بالا کُن بروں بر لاشہ زین پستی
میا اِینجا کہ خر گیرند دجّالانِ یونانی
(عراقی)

عِشق

جب اُسے (حُسین بِن منصور حلاج کو) تختۂ دار کی طرف لیجایا جا رہا تھا تو کوئی ایک لاکھ آدمی اُس جگہ جمع تھے۔ وہ اِدھر اُدھر دیکھتا اور کہتا تھا:

"حق! حق! حق ———— اناالحق"

کہتے ہیں کہ اِسی دوران کسی درویش نے اُس سے پوچھا:

"عِشق کِسے کہتے ہیں؟"

اُس نے جواب دیا:

"تم آج دیکھو گے، کل دیکھو گے اور پَرسوں دیکھو گے۔"

یعنی اُس روز اُسے مار ڈالا گیا، دوسرے روز اُس کی لاش کو جلا دیا گیا اور تیسرے روز اُس کی خاک ہَوا میں اُڑا دی گئی۔ گویا عِشق اِسے کہتے ہیں۔

(تذکرۃ الاولیا۔ فریدالدّین عطار رحمتہ اللہ علیہ)

بجامِ نوکُہن مِی از سبُو ریز
فروغِ خوِیش را بر کاخ و کُو ریز
اگر خواہی ثمر از شاخِ منصور
بہ دِل لا غالب اِلاّاللہ فروریز

(علامہ محمد اقبال رحمتہ اللہ علیہ)

آخری لمحات

جب آپ کو پھانسی کے پھندے کے نیچے لے جایا گیا..... حضرت شِبلی نے پُوچھا "تصوّف کِسے کہتے ہیں؟"۔ فرمایا "جو کچھ تم دیکھ رہے ہو یہ تصوّف کا ادنیٰ ترین درجہ ہے کیونکہ اعلیٰ ترین درجہ سے تو کوئی بھی واقف نہیں ہو سکتا۔" اس کے بعد لوگوں نے آپ کو سنگسار کرنا شروع کر دیا۔

پھر جب سیڑھی پر آپ کے ہاتھ قطع کیے گئے تو مُسکراتے ہوئے فرمایا:

"لوگوں نے گو میرے ظاہری ہاتھ تو قطع کر دیئے ہیں لیکن میرے وہ باطنی ہاتھ کون منقطع کر سکتا ہے جنہوں نے ہمّت کا تاج عرش کے سَر پر سے اُتارا ہے"۔ اسی طرح جب پاؤں قطع کیے گئے تو فرمایا:

"گو میرے ظاہری پاؤں قطع کر دیئے گئے لیکن ابھی وہ باطنی پاؤں باقی ہیں جن سے مَیں دُو عالم کا سفر کر سکتا ہوں"۔ پھر آپ نے خُون آلوُد ہاتھوں کو چہرے پر ملتے ہوئے فرمایا۔ "میری سُرخروئی اچھی طرح مُشاہدہ کر لو کیونکہ خُون جوانمَردوں کا اُبٹن ہوتا ہے"۔ پھر خُون سے لبریز ہاتھوں کو کہنیوں تک پھیرتے ہوئے فرمایا۔ "مَیں نمازِ عِشق کے لئے وضو کر رہا ہوں کیونکہ نمازِ عِشق کے لئے خُون ہی سے وضو کیا جاتا ہے۔" پھر جب آنکھیں نِکال کر زبان قطع کرنے کا قصد کیا گیا تو فرمایا:

"اے اللہ! میرے ہاتھ پاؤں تیرے راستے میں قطع کر دیئے گئے، آنکھیں نِکال لی گئیں، اور اب سَر بھی کاٹ دیا جائے گا۔ لیکن مَیں تیرا شُکر گُزار ہوں کہ تُو نے مجھے ثابت قدم رکھا۔ اور تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ ان سب لوگوں کو بھی وہی دولت عطا فرما جو مجھے عطا کی ہے۔" پھر جب سنگساری شروع ہوئی تو فرمایا:

"یکتا کی دوستی بھی یکتا کر دیتی ہے"

(تذکرۃ الاولیاء — فریدالدّین عطار رحمتہ اللہ علیہ)

"اَنَا الحق!

اور یہ اِس لئے کہ مَیں نے حق سے منہ نہ موڑا
مجھے ہلاک کر دو
تختۂ دار پر لٹکا دو
میرے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دو
مَیں اپنے دعویٰ سے مُنکر نہ ہُوں گا"

(الطواسین)

حُسین بن منصُور حلّاج
رحمتہ اللہ علیہ



"اوّلین و آخرین کے علوم کا خُلاصہ
چار باتیں ہیں

۱۔ ربِ جلیل کی صحبت
۲۔ متاعِ قلیل (دُنیا) سے نفرت
۳۔ کتابِ منزل کا اِتباع
۴۔ تغیّرِ حال کا خوف"۔
(حُسین بن منصُور حلّاج)

هُوالقادِر

نَحمَدُہٗ وَنُصَلّی عَلٰی رَسُولِہِ الکَرِیم

پیش لفظ

تسبیح شِکستہ و شمار دانہ دانہ

صوفیاء کے تذکروں میں سب سے زیادہ متنازعہ شخصیت حُسین بن منصُور حلّاج کی چلی آ رہی ہے۔ اس نزاع کے کئی پہلو محققین کے سامنے آتے ہیں' جن میں حلاج کی شخصیت کا تعین' خلافتِ عباسیہ میں درباری سیاست کی بدنُما تصویریں اور حلاج کے افکار و تعلیمات خاص طور پر توجّہ طلب اُمور بنتے ہیں۔ ان جُملہ حالات' خیالات اور ان سے مربوط پس منظر کو تاریخ نویسوں' مُبصروں اور صُوفیاء کے نُقطۂ نظر کی روشنی میں اس متنازعہ شخصیت پر سیرحاصل معلومات جمع کرنے کی کوشش کی ہے تاکہ تصوّفِ اسلام میں حلاج کے مقام پر ایک حتمی رائے مُرتّب کرلی جائے۔

بیسویں صَدی عیسوی میں تحقیق و تنقید نے سائنسی اصولوں کو اپنا لیا ہے اور جذبات و عقائد کو ان معاملات میں رکاوٹ نہیں بننے دیا۔ یہی وجہ ہے کہ صُوفیائے متاخرین میں سَرمد شہید رحمتہ اللہ علیہ (ف ۱۰۷۱ھ) کا قتل سیاسی وجوہات کا شاخسانہ بنتا ہوا نظر آیا۔ اسی طرح حلاج بھی ایسے حالات کا شکار ہوتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ لوئی ماسینیون نے موجودہ صَدی میں اس طرف توجہ کی اور اب جب کہ ہم تمام احوال و قرائن کو تحقیق کی کسوٹی پر پرکھتے ہیں تو حلاج بھی' گمراہ اور کم نظر امراء کی سیاست کے بھینٹ چڑھتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ وہ علماء سوء کے حَسد و اِفترا سے یا ان کا حکام کے ظالمانہ دباؤ میں آکر خلافِ حق فتاویٰ کے نتیجہ میں دردناک حالت میں برسرِعام قتل کئے جاتے ہیں۔ پھر اس پر بھی اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ ان کے عقاید کو عوام کے سامنے توڑ مروڑ کر ان کی حیثیت کو مشکوک بنانے کی سعی کی جاتی رہی ہے۔ ان تمام واقعات و

مسائل کو دیکھ کر اور پھر صُوفیاء میں اُن کے مقام کا تعیّن کرکے اِسلام کے اِس عظیم رُوحانی و ادبی سپوت کے احوالِ زندگانی اور افکار کو درست دائرہ میں لانے کی سعی کر دی ہے۔ اُمید ہے محققین اور اربابِ ذوق اس کاوش کو بار آور پائیں گے۔

○ ○

سُلطان الطاف علی

پیر، ۱۷ ربیع الثانی ۱۴۱۴ھ / ۴ اکتوبر ۱۹۹۳ء

آستانۂ دستگیر حق باھو (رحمۃ اللہ علیہ) سکی تیک۔ سرِ آب، کوئٹہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

حُسین بن منصور حلاج

(تاریخِ تصوّف میں ایک متنازعہ شخصیت)

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيدُ زِينَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَن ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا ○ (الکہف۔ ۲۸)

"اور اپنی جان ان سے مانوس رکھو جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں، اس کی رضا چاہتے ہیں اور تمہاری آنکھیں انہیں چھوڑ کر اور پر نہ پڑیں، کیا تم دنیا کی زندگی کا سنگھار چاہو گے، اور اس کا کہا نہ مانو جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے چلا اور اس کا کام حد سے گزر گیا"

درود بر سیّدِ عالم محمّد مُصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

مناجات:

مَن حُسینِ وَقت وناا‌هلان یزید و شمر من
روزگارم جُملہ عاشورا و منزل کربلا

ای عِراق! اللہ جارک سخت مشعوفم بتو
وی خُراسان! عُمرک اللہ نیک مُشتاقم تُرا

تنگ سال محنت است ای آبروی هر دو کون
چشم می دارم زِ بحرِ فیض تو فضلِ عطا

سَایہء لُطفِ خُدائی ماھمہ دِلسوختہ
سَایہ ازَما وَا مگیر ای سایۂ لُطفِ خُدا!

اَی نوالِ خوان اِنعامِ تو بردہ خاص و عام
مَاگدایانِ دَرَت دَاریم اُمیدِ صلا

حَلّاج—— (۱)

ترجمہ: میں (موجودہ) وقت کا حسین ہوں اور نااھل (ابنائے زمانہ) میرے لئے یزید اور شمر ہیں۔ میں عاشورہ (جیسے حالات) میں زندگی بسر کر رہا ہوں اور میری منزل کربلا ہے۔
اے عراق! اللہ تیرا ساتھ دے تجھ سے تو میں دل لگا بیٹھا ہوں' اے خراسان! اللہ تجھے قائم رکھے تیرے لئے نیک تمنا لئے ہوئے ہوں۔
اے دونوں جہانوں کی آبرو! زندگی سخت اذیّت میں ہے' مجھے تیرے فیض کے سمندر سے فضل کی امید لگی ہوئی ہے۔
ہم سب دل جلے ہیں' اے لطف خداوندی کے سائے! ہم سے اپنا سایہ دور نہ فرما۔
تیرے خوان نعمت سے خاص و عام نے حصہ پایا ہے' ہم تیری درگاہ کے گداگر (بھی) تجھ سے (حصول) نعمت کی امید رکھتے ہیں۔

نعت:

قَدِ رَعنا' رُخِ زیبا' لبِ شیرین دَاری
قَصد غَارتگریٔ عقل و دِل و دِین دَاری

حُسنِ صُورت نشود جمع بلُطفِ سیرت
نَازنینا توھم آن داری وھم اِین دَاری

بَرُرخت قطرہ خوی یا برُخ گُل ژالہ است
یاکہ بَرصفحہ مَہ کوکب پرَوین دَاری

چارَہ دَردِ مَنِ خَستہ شَناسی لیکن
آنقدَر ھَست کہ قَصدِ مَنِ مِسکین دَاری

حلاج--- (۲)

ترجمہ:

آپ ﷺ خُوبصورت قامت' خُوبصورت چہرہ (مبارک) اور شِیرین لب رکھتے

ہیں' (گویا عشاق کے) عقل' دل اور دین کو موہ لینے کا ارادہ رکھتے ہیں۔
(عام طور پر) صُورت کے حسُن کے ساتھ سِیرت کا (کمال) لطف جمع نہیں ہوتا' (مگر) اے نازنین آپ ﷺ تو اس (حُسنِ ظاہر) کو بھی اور اس (حُسنِ باطن) کو بھی رکھتے ہیں۔
آپ ﷺ کے رُخ مبارک پر پسینہ کا قطرہ ہے یا پُھول کی پتّی پر شبنم ہے' یا ایسے (لگتا) ہے جیسے کہ آپ ﷺ چاند جیسے رُخسار پر پروین ستارہ رکھتے ہیں۔
آپ ﷺ مُجھ خَستہ (حال) کے درد کا علاج جانتے ہیں' لیکن کیا ایسا بھی ہے کہ آپ ﷺ مجھ مسکین (کی خبر گیری) کے لئے ارادہ (بھی) رکھتے ہیں۔

حَلّاج کی زندگی

حُسَین بِن منصُور حَلّاج کی زندگی کے حالات پر اکثر مؤرخین و اہلِ قلم معمولی سے اختلاف کے ساتھ معلومات بہم پہنچاتے ہیں۔ زیادہ باعث اختلاف ان کی شخصیت' عقاید اور وجہ قتل بنے رہے ہیں۔ حسین بن منصور حلاج ۸۵۸ء سے ۹۲۱ء میں زندگی بسر کرتے تھے۔ وہ فارس کے علاقہ بیضا میں تھے۔ قزوینی کی تحقیق کے مطابق بیضا سرزمین شام میں ہے۔ پرورش واسط میں پائی۔ شیخ سَہل بن عبداللہ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں تستر گئے جہاں دو سال گزارے۔ پھر بغداد گئے۔ بصرہ میں عمروبن عثمان رحمتہ اللہ علیہ کی صحبت میں اٹھارہ ماہ رہے۔ تستر سے نکلنے کے بعد اہل دنیا کو دیکھا اور اہل تصوف کو بھی۔ پھر خراسان' ماوراء النہر اور سیستان گئے۔ اھواز میں وعظ و خطاب میں مصروف رہے۔ وہاں "حلّاجُ الاسرار" مشہور ہوئے۔ گودڑی پہن لی اور کعبتہ اللہ کا سفر اختیار کیا۔ وہ شرک کے قلع قمع کرنے کے لئے ھندوستان آئے۔ اس کے بعد ماوراء النہر اور چین کے دورے کئے۔ وہاں سے فارغ ہو کر دو سال تک مکّہ معظمہ میں مجاور حرم رہے(۳)۔ حافظ ابوبکر احمد بن علی الخطیب بغدادی اقرار کرتے ہیں کہ حلاج اپنے زمانہ کے مشائخ شیخ جنید بن محمد کے علاوہ ابوالحسن نُوری اور عمرو المکی (رحمتہ اللہ علیہم) کی صُحبت میں رہے(۴)۔ ڈاکٹر سلیم اختر کی تحقیق کے مطابق حلّاج کا یوم دارورسن بغداد کی باب خُراسان میں چوبیس ذی القعدہ ۳۰۹ ہجری تھا۔(۵)۔

ڈاکٹر نسرین اختر نے اپنے مقالہ "حلّاج اور رُومی" میں لکھا ہے کہ حلّاج ۱۲ سال کی عمر میں نہ صرف حافظِ قرآن ہوئے بلکہ اسی کم عمری میں ہی وہ قرآن حکیم کے باطنی معانی تلاش کرنے میں محو ہو گئے تھے۔ انہیں بھی اتفاق ہے کہ حلاج پہلے سَہل تُستری رحمتہ اللہ علیہ کے مدرسہ تصوف سے وابستہ ہوئے پھر عمرو بن عثمان مکی رحمتہ اللہ کے سلسلہ طریقت میں خرقہ حاصل کیا۔(۶)

جمیلہ ہاشمی لکھتی ہیں کہ خلیفہ مُتوکّل کے زمانہ میں حُسین کا بچپن اور لڑکپن بیتا۔ معتضد کے دور میں وہ جوان تھے۔ مکتفی باللہ کا زمانہ بھی دیکھا اور حسین کا زمانہ ابتلا کمسن خلیفہ مقتدر باللہ کا واقع ہوا۔(۷)

لوئی ماسینیون' حلاج کے تختہ دار پر چڑھائے جانے کے واقعہ کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ وہ اس وقت مسرور' شاد' سرمست اور حالت وجد میں تھے اور ان کی یہ کیفیت آخر تک رہی۔ وہ عیسیٰ علیہ السلام کی شخصیت جاوید کا مظہر بن گئے۔ جن کے لئے آیت قرآنی میں وارد ہوا' **وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ**(۸) یعنی انہوں نے نہ اسے قتل کیا اور نہ دار پر چڑھا۔ اسی صدائے بازگشت کو معتزلہ کے احمد بلخی اور پھر دو صدیاں بعد ابوحامد غزالی نے دھرایا(۹)۔

دور حاضر میں ایران کے معروف محقق اور حافظ شیرازی پر عظیم الشان تحقیق و توضیحات پیش کرنے والے ڈاکٹر رکن الدین ہمایوں فرخ لکھتے ہیں کہ ابوالمغیث حُسین بن منصور حلّاج کو ابن حامد بن العباس کی خودساختہ تہمتوں کے باعث قتل کیا گیا(۱۰)۔ ہمایون فرخ کہتے ہیں کہ وہ ایرانی الاصل تھے اور جُنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ انہیں مقتدر خلیفہ عباسی (۳۰۹ھ) کے دورِ اقتدار میں تختہ دار پر لٹکایا گیا تھا۔ محض اس لئے کہ منزل معرفت میں ان سے شطحات سرزد ہوتے اور "**اناالحق**" کی صدا لگاتے تھے' انہیں مُلحِد قرار دیا گیا۔ حلاج کے عقاید کو جذبات کے باعث زرتشتی' نوفلاطونی اور بعض کو اسلامی سمجھا گیا۔ انہیں فارس کے علاقہ بیضای کا باشندہ کہا جاتا ہے۔ بین النہرین کے شہر واسط میں پرورش پائی۔ انہوں نے ۲۹۹ھ میں اپنے عقاید کا اعلان کیا اور لوگ پیروکار ہونا شروع ہوئے۔ ایران و عراق کے شہروں میں وہ گھوم پھر

کر خاموشی سے اپنے افکار پھیلاتے رہے۔ حلاج بہت کم کھاتے' اور بہت زیادہ نماز و نوافل ادا کرتے تھے' اکثر روزہ میں رہتے تھے۔ المقتدر عباسی نے انہیں قید میں ڈالا اور اس کے حکم پر شکنجہ میں انہیں کسا گیا۔ حلاج کے ہاتھ' پاؤں' سر کاٹ کر جسم کو سولی پر لٹکایا گیا۔ پھر ان کے جسم کو جلا کر خاکستر کیا گیا اور راکھ کو دریائے دجلہ میں ڈال دیا گیا۔(۱۱)

ایرانی محقق ہمایون فرخ کے خیال میں گلدزیہر(Goldziher) کا حلاج اور ان کی تعلیمات پر رسالہ' اسی طرح لوئی ماسینیون (L. massignon) کی تصنیف' اخبار حلاج' ابوالفدا کی جلد دوم ص ۷۵ پر حلاج کے حالات' ابن خلکان جلد اول ص ۲۰۶' تذکرۃ الاولیاء جلد دوم ص ۱۳۶' اور تاریخ خطیب بغدادی میں جو حالات قلمبند ہیں ان میں کوئی بھی خالصتاً" تعصب سے دور نہیں ہے اور اکثر و بیشتر ان اقوال کو جمع کیا گیا ہے' جن سے ان کی اسیری کے اسباب تیار کئے گئے تھے۔ ان کے شرح حال پر قدیم ترین ماخذ اسحاق بن ندیم کی تالیف "کتاب الفہرست" ہے۔(۱۲)

ہمایوں فرخ' خواجہ عبداللہ انصاری رحمتہ اللہ علیہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ حلاج کو نیشاپوری' سرخسی اور طالقانی کہا گیا ہے' جو بالکل صحیح اطلاع ہے کیونکہ وہ خراسان کے باشندہ تھے اور انہیں بیضای فارس یا واسط میں نشوونما پانے والا کہنا درست نظر نہیں آتا۔ وہ خراسان میں پیدا ہوئے اور یہیں تربیت پائی۔ وہ عرفان ایران کے مشعل داروں میں سے ایک تھے۔ وہ اپنے افکار عرفانی ایران سے ہند و چین' عراق' عرب اور بین النہرین تک لے گئے۔ ظالم سفاک اور ظلم پرور عباسی کے خلاف اس نے علم جہاد بلند کیا ہوا تھا(۱۳)۔ وہ ایک صالح و پرہیزگار انسان تھے اور ان کی آواز کا شہرہ بلند ہوتا جا رہا تھا۔ چنانچہ اس سے قبل کہ عباسی خلیفہ کے خلاف عام بغاوت اٹھ کھڑی ہوتی' سلطنت عباسی کے عملداروں نے حلاج کے خلاف اقدامات شروع کر دیئے۔ البتہ ابوالحسن بن سنان کی روایت میں بھی ایک صداقت کی جھلک نظر آتی ہے وہ جب کہتا ہے کہ "تا آنکہ وی را بہ پارۂ چیزہا متہم داشتند" یعنی اسے (حلاج کو) کچھ چیزوں کے الزامات میں ڈال دیا گیا۔ گویا اسے بھی ان چیزوں کی صداقت پر یقین نہ تھا' اسی لئے

اسے الزام لکھا اور پھر ان چیزوں کی کوئی وضاحت بھی نہ کی۔(۱۴)

ھُمایوں فرخ کہتے ہیں کہ ان کی تمام بحث کا ماحصل یہ ہے کہ حلاج نیشاپور یا سرخس میں پیدا ہوئے۔ وہیں بڑے ہوئے اور خواجہ عبداللہ انصاری رحمتہ اللہ علیہ کے مطابق وہاں پر ہی مشائخ ملاقیان میں سے ہوئے۔ واسط گئے، کچھ عرصہ وہاں رہے پھر بیضای فارس کو نقل مکانی کی اور وہاں ٹھہر گئے۔ اپنے مذہب کی تبلیغ کرنے لگے۔ بہت سے لوگ ان کے پیروکار ہو گئے۔ ان کا شہرہ فارس سے عراق تک پھیل گیا۔ خلافت بنو عباس کے خلاف ایران کے غیور لوگوں کو متوجہ کیا۔ انہوں نے معرفت کے دو بزرگ مشائخ سہل بن عبداللہ شوشتری رحمتہ اللہ علیہ اور جنید نہاوندی رحمتہ اللہ علیہ سے درس عرفان حاصل کیا۔ بصرہ گئے اور حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ سے بھی اکتساب علم کیا۔ حج پر گئے اور وہاں کچھ عرصہ خلوت گزین رہے۔ اسی خلوت میں ہی بغداد کو لوٹے اور اسی سفر میں ہی انہوں نے صوف کا لباس اتار ڈالا۔ قبا پہن لی اور سیاحت اختیار کی۔ اس کے بعد وہ جو کچھ کہتے عام صوفیاء کی نظر میں درست نہ تھا۔ سیاحت کے بعد وہ خراسان آئے، وہاں سے ترکستان، ہندوستان اور چین گئے۔ جب وہاں سے لوٹے تو ان سے عجیب حیرت انگیز افعال پیدا ہوئے کہ طلب کرنے والوں کو سردی میں گرمی کے اور گرمی میں سردی کے میوے مہیا کر کے دیتے تھے۔(۱۵)

ڈاکٹر نجیب اللہ جو اسلامی ادب پر خاطر خواہ عبور رکھتے ہیں، کابل یونیورسٹی کے معروف پروفیسر اور افغانستان کے علمی حلقوں میں نامور شخصیت اور ماہر تعلیم بھی ہیں، بڑے اختصار کے ساتھ لکھتے ہیں کہ حُسین بن منصور الحلاّج ایرانی النسل تھے اور بغداد کے مشہور صوفی جنید رحمتہ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ حلاج خداتعالیٰ کی وحدانیت پر یقین رکھتے تھے۔ وہ شرعی اصولوں پر کاربند ہونے کے علاوہ ایک ایسی سطح پر پہنچ چکے تھے، جس کی رو سے وہ عوام میں خانقاہی اور باطنی سریت کے تصورات پر تبلیغ کیا کرتے تھے۔ ان کے پیروکار کثرت میں تھے جس کے باعث علماء میں ردعمل ظاہر ہوا اور حکام کے طبقہ میں خوف و ہراس پیدا ہوا۔(۱۶)

"دِیوانِ منصور حلّاج" کے دیباچہ میں آقای ولی اللہ یوسفیہ لکھتے ہیں کہ جس قدر

انہیں علم میں آیا ہے، ان صوفیاء میں جنہوں نے فلسفہ کا مطالعہ کیا اور مخصوص عقاید کے حامل ہوئے، حسین بن منصور حلاج بھی تھے۔ وہ جنوبی ایران میں ۸۵۸ء کو پیدا ہوئے اور علم حکمت کے مطالعہ میں مشغول رہے۔ وہ ۶۴ سالہ عمر میں ۹۲۲ء کو درجہء شہادت کو پہنچے۔ شوشتر میں دو سال کا عرصہ سہل بن عبداللہ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں زانوئے تلمذتہ کیا۔ ایک عرصہ تک جنید رحمتہ اللہ علیہ اور ابوالحسن نوری رحمتہ اللہ علیہ کی صحبت میں رہے۔ اکثر ابنائے زمانہ ان پر حسد کرنے لگے تھے۔ علمائے ظاہر کا ایک گروہ جن میں محمد بن داؤد وغیرہ تھے ان کے مخالف ہو گئے۔ بے دیانت علماء نے محض وزیر (حامد بن عباس) کے حکم پر حسین کے قتل کا فتویٰ لکھ دیا۔(۱۷)

حُسین کے آباء

"دشتِ سُوس" کی مصنّفہ جَمیلہ ہاشمی کے مطابق حُسین کے دادا مُحمّیٰ آتش پرست تھے۔ حُسین کے والد منصور نے اِسلام قبول کر لیا تھا اور وہ حُسین کو دِینِ مُحمّدیﷺ کی خدمت میں سرشار دیکھنا چاہتے تھے۔(۱۸)

مُذبذبین

پروفیسر یوسف سلیم چشتی، حلاج کی شخصیت پر کچھ واضح رائے دینے پر ساکت ہیں کیونکہ انہیں دونوں طرف سے شہادتیں ملتی ہیں مگر وہ بے اختیار ہو کر حلاج کا نام اللہ تعالیٰ کو محبوب رکھنے والوں کی فہرست میں لکھ لیتے ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ حلاج کو مؤحد اور عاشق قرار دیتے ہیں۔(۱۹)

ابوطالب مکّی (ف ۳۸۶ھ) نے کتاب "قوّت القلوب" میں حلاج کا کوئی قول نقل نہیں کیا۔(۲۰)

ابوالقاسم قشیری (ف۴۶۵ھ) کتاب الرّسالۃ القشیریہ میں ایک عجیب واقعہ لکھتے ہیں کہ عمر بن عثمان مکی نے ایک روز حُسین بن منصور کو کچھ لکھتے ہوئے دیکھا۔ اِستفسار پر بتایا کہ قرآن کا جواب لکھ رہا ہوں۔ یہ سُن کر عمر نے اسے ملامت کیا اور اُٹھ کر چلے آئے۔(۲۱)

پروفیسر براؤن "تاریخ ادبیاتِ ایران" جلد اول میں کتاب الفہرست سے عریب کے بیانات، ابن مسکویہ، ابن جوزی اور الذھبی کے مذبذبانہ تبصرے درج کرتا ہے۔(۲۲)

مولانا ظفر علی خاں اپنے مقالہ "کفروایمان کا جھگڑا" میں حلاج کی تصنیف "کتاب الطواسین" کو طومار خرافات قرار دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ منصور نے جو تصوف "طواسین" میں پیش کیا ہے، قرآن کے سراسر منافی ہے(۲۳) دراصل مولانا تصوف کی اصطلاحات اور علم تصوف سے واقفیت نہیں رکھتے تھے ورنہ ان کا تبصرہ اس انداز میں نہ ہوتا۔

حلّاج کے بَدخواہ

حافظ ابوبکر احمد بن علی الخطیب بغدادی ان اشخاص کو خاص طور پر حلاج کے مخالفین میں شمار کرتے ہیں۔

اول : عمرو بن عثمان:۔ جو محض اس بات پر حلاج کے درپے ہو گیا کہ ان کی شادی بنت ابی یعقوب الاقطع سے ہو گئی تھی اور یہ بات عمرو کو بہت ناگوار گزری۔

دوم : ابویعقوب نہرجوری :۔ جو مطلقاً" حسد میں مبتلا ہو گیا تھا۔

سوم : محمد بن داؤد اور علماء کی ایک جماعت نے ان کے خلاف خروج کیا۔

چہارم : علی بن عیسیٰ وزیر جس سے نصر قسوری کی وجہ سے چل گئی تھی۔

پنجم : حامد بن عباس وزیر:۔ جو خلیفہ المقتدر باللہ کے دور میں حلاج کا سب سے زیادہ موثر مخالف حاکم ثابت ہوا۔(۲۴)

لوئی ماسینیون بھی لکھتے ہیں کہ حلاج کے بدخواہوں کا سرغنہ خلیفہ کا بوڑھا وزیر حامد تھا۔ جو مغرور انسان تھا، بڑی دولت اکٹھی کرلی تھی، عیش و عشرت میں ڈوبا رہتا تھا۔ حامد اہلسنّت تھا مگر اس کا ایمان ناپختہ تھا۔ وہ حریص اور کوتاہ نظر تھا۔ وہ آغاز سے ہی حلاج کا دشمن تھا۔ اسے حلاج کا ہر کام برا دکھائی دیتا تھا۔ دوسرا شخص شاہ فانی تھا جو رند، ظالم و پست فطرت تھا۔ وہ بھی حامد کو حلاج کے خلاف بھڑکاتا رہتا تھا۔ تیسرا آدمی مونس جو رومی الاصل سپہ سالار تھا۔ وہ وزیر ابن عیسیٰ کی اصلاحات اور خراج معاف کرنے کے احکامات کا مخالف بنا اور اس طرح حلاج کے بھی درپے ہو گیا۔ اس نے

حلاج اور اس کے ساتھیوں کو وزیر حامد کے چنگل میں پھنسا دیا۔ چوتھا آدمی ابوعمر تھا جو بڑا چالاک اور اقتدار پسند تھا وہ اپنی آرزو پر قاضیُ القضاۃ بنا۔ مسلکاً" وہ سنی مالکی تھا مگر فقہ میں کمزور تھا۔ وہ ہوشیاری سے قیاس، مبالغہ اور رسم رواج کا سہارا لے لیتا اور مرضی کے حکم جاری کیا کرتا۔ حلاج کے دشوار قضیہ کو اس نے اپنی مرضی کے مطابق لیا۔ پانچواں مخالف خلیفہ المقتدر تھا جو سُست رائے اور مُتلوّن مزاج تھا۔ وہ حلاج اور ابن عیسیٰ کا اس لئے مخالف ہو گیا تھا کہ وہ کہتے تھے کہ خلیفہ خدا تعالیٰ کے سامنے جوابدہ ہے۔(۲۵)

صاحبِ کتاب "حافظِ خَراباتی" ابن ندیم کے حوالے سے کہتے ہیں کہ شیخ کا نام حُسین بن منصور تھا اور ان کے شہر و پرورش گاہ کے بارے میں مختلف آراء ہیں۔ پھر وہ ابوالحسین عبیداللہ بن احمد بن طاہر اور ابوالحسن بن سنان کی پیش کردہ من گھڑت روایات کو سامنے رکھ کر کہتا ہے کہ حلاج شعبدہ باز، جاہل مطلق اور فریب کار انسان تھا مگر حیرت ہوتی ہے کہ وہ حلاج کی عربی میں چالیس علم و عرفان سے مملو کتابوں کے نام لے کر بھی اسے جاہل قرار دیتا ہے جبکہ یہ تصانیف قرآن و حدیث کے تذکروں سے دلائل و شواہد پیش کرتی ہیں۔ پھر اسے کس طرح حلول کا قائل اور جاہل فریب کار قرار دیا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ابن ندیم اور اس کی شہادتیں سب تعصب کا بدترین نمونہ ہیں۔(۲۶)

حلّاج کے خَیرخواہ

حلاج کے بارے میں اچھی رائے رکھنے والوں کے بیانات اور دلائل بھی بڑے قابل توجہ ہیں۔ ابونصر سراج رحمتہ اللہ علیہ (ف ۳۷۸ھ) نے اپنی تصوف پر معروف کتاب "اللمع" میں احترام کے ساتھ حلاج کے نام کے ساتھ رحمتہ اللہ علیہ لکھا ہے۔ گویا ان کی نگاہ میں حلاج مومن تھے۔(۲۷)

ابوعبدالرحمٰن السلمی رحمتہ اللہ علیہ (ف ۴۱۲ھ) کتاب "طبقات الصوفیہ" میں لکھتے ہیں کہ اکثر مشائخ نے حلاج کو رد کیا ہے جبکہ ابوالعباس بن عطاء، ابوعبداللہ محمد حفیف اور ابوالقاسم نصر آباد و دیگر مشائخ نے ان کی ثنا کی ہے۔ خفیف رحمتہ اللہ علیہ تو حلاج

کو "عالم ربانی" قرار دیتے ہیں۔(۲۸)

شیخ علی ھجویری رحمتہ اللہ علیہ (ف ۴۷۲ھ) "کشف المحجوب" میں لکھتے ہیں کہ حسین بن منصور الحلاج اس طریق کے مستوں اور مشتاقوں میں تھے۔ حال قوی اور ہمت عالی رکھتے تھے۔ مشائخ ان کی شان کے بارے میں مختلف ہیں۔ ایک گروہ کے نزدیک وہ مردود اور دوسرے گروہ کے نزدیک مقبول تھے۔(۲۹)

شیخ فریدالدینؒ عطار رحمتہ اللہ علیہ (ف ۶۲۱ ھ) "تذکرۃ الاولیاء" میں لکھتے ہیں کہ غرقہء دریائے مواج حسین ابن منصور حلاج عجیب و غریب آدمی تھے۔ اغلب مشائخ ان کے مرتبہ سے انکار کرتے ہیں۔ مگر محمد حفیف رحمتہ اللہ علیہ' شبلی رحمتہ اللہ علیہ' قشیری رحمتہ اللہ علیہ' اور اکثر متاخرین نے انہیں قبول کیا ہے۔ بعض صوفیاء نے ان کے معاملہ میں توقف کیا ہے۔ بعض ساحر کہتے ہیں۔ بعض نے تکفیر کی ہے۔ بعض انہیں اصحاب حلول میں سمجھتے ہیں۔ بعض ان پر اتحاد کا الزام لگاتے ہیں۔ اس الزام کی وجہ یہ ہے کہ بغداد میں زنادقہ کی ایک جماعت تھی جو حلول و اتحاد کی قائل تھی اور اپنے کو خلاج سے منسوب کرتی تھی۔(۳۰)

عارفِ جامی رحمتہ اللہ علیہ (ف ۸۹۸ھ) "نفحات الانس" میں لکھتے ہیں کہ حلاج صوفیہ کے تیسرے طبقہ سے متعلق ہیں۔ ان کی کنیت ابوالمغیث ہے۔ وطن بیضا ہے۔ مشائخ ان کے بارے میں مختلف الخیال ہیں۔ اکثر انہیں رد کرتے ہیں' مگر "کشف المحجوب" میں وارد ہے کہ جملہ متاخرین صوفیہ نے انہیں قبول کیا ہے۔(۳۱)

امام ابن کثیر (ف ۷۷۴ ھ) نے "البدایہ والنہایہ" میں حلاج کا ذکر کیا ہے۔ اور کئی روایات میں حلاج کی شخصیت بلند صوفیانہ نظر آتی ہے۔ مثلاً قتل سے پہلے آخری کلمہ جو ان کی زبان سے نکلا وہ یہ تھا:

"حَسبُ الوَاحد افرادُ الوَاحدلہٗ"

الواحد کے لئے یہ بات کافی ہے کہ ان کے لئے الواحد کی فردیت کا اثبات کر دیا جائے۔(۳۲)

دکتور البیرنصری نادر اپنی کتاب "التصوف الاسلامی" میں لکھتا ہے کہ واسطی نے کہا

کہ میں نے ابن سریج سے کہا کہ حلاج کے متعلق تیری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا وہ حافظ قرآن تھے' قرآن کے عالم تھے' فقہ میں ماہر تھے' حدیث اخبار و سُنن کے عالم تھے۔ صائم الدّھر اور قائم اللّیل تھے۔ جب وعظ کہتے تو ان پر رقت طاری ہو جاتی تھی۔ میں انہیں کافر نہیں سمجھتا۔(۳۳)

فریدالدّین عَطار رحمتہ اللہ علیہ (ف۶۲۱ ھ) نے جہاں ایک طرف حلاج کے بہی خواہوں ابن عطا رحمتہ اللہ علیہ' عبداللہ حفیف رحمتہ اللہ علیہ' شبلی رحمتہ اللہ علیہ' اور ابوالقاسم نصر آبادی کے خیالات کا اظہار کیا ہے' وہاں حلاج کے حق میں یہ بھی کہا ہے کہ مجھے ان لوگوں پر تعجب ہے جو اس بات کو تو درست وروا سمجھتے ہیں کہ کسی درخت سے **"انا اللہ"** کی آواز آئے اور درخت درمیان میں نہ ہو (درخت وہاں نہ رہے) لیکن ان کے نزدیک یہ روا کیوں نہیں ہے کہ حسین سے **"اَنَاالحَق"** کی آواز آئے اور حسین درمیان میں نہ ہو' جیسا کہ حق تعالیٰ نے عمر رضی اللہ عنہ کی زبان سے بات کی **(اَنَّ الْحقّ لینطق علیٰ لِسان عمر)** اور یہاں نہ تو حلول کا معاملہ ہے اور نہ اتحاد کی بات۔(۳۴)

خورشید نعیم ملک اپنی کتاب میں حضرت علی ھجویری رحمتہ اللہ علیہ کی اس بات کو واضح طور پر لکھتے ہیں کہ شیخ ابوسعید ابوالخیر رحمتہ اللہ علیہ' شیخ ابوالقاسم گرگانی رحمتہ اللہ علیہ اور شیخ ابوالعباس شقانی رحمتہ اللہ علیہ کے مطابق حلاج صاحب سر اور کامل بزرگ تھے۔(۳۵)

حافظ ابوبکر احمد بن علی الخطیب بغدادی کے مطابق ابراہیم بن محمد النصرا بازی نیشاپوری رحمتہ اللہ علیہ بھی حلاج کو صوفی تسلیم کرتے ہیں۔(۳۶)

خطیب بغدادی بھی تسلیم کرتے ہیں کہ ابوالعباس بن عطاء' حلاج کے حق میں تھے۔(۳۷)

ڈاکٹر این میری شمل نے اپنے مقالہ "منصور حَلاج' اقبال کی نظر میں" میں لکھا ہے کہ حلاج کے مرشد جنید نے انہیں بدعا کی تھی۔ ابن خفیف شیرازی اور بوعلی رودباری حلاج کے نعرہ **"ھُوَ ھُوَ"** اور **"اَنَاالحَق"** کی کُنہ کو سمجھ لیا تھا کہ اس کے تہ

میں کیا ہے۔ دیگر صوفیاء نے اسے افشائے راز کا مرتکب جانا اور بس اس حد تک مجرم سمجھا۔ عطار اور رومی کا کلام اس شہید عشق (حلاج) کی تلمیحات سے بھرپور ہے۔ اقبال "جاوید نامہ" میں "طواسین" سے متاثر ہے۔ طواسین قرآن حکیم کی سورة ۲۶ــ طٰسٓمٓ اور سُورة ۳۶ یٰسٓ کے مقطعات کا مجموعہ بنتا ہے۔(۳۸)

ڈاکٹر سلیم اختر اپنے مقالہ "اَنَاالحق" میں رقمطراز ہیں کہ منصور کے اناالحق کی گہرائی اور سچائی کو سمجھنے والوں کا ایک حلقہ بھی بن گیا جیسے ابن عطا رحمتہ اللہ علیہ' محمد بن خفیف رحمتہ اللہ علیہ' ابوالقاسم نصر آبادی رحمتہ اللہ علیہ' شیخ ابوسعید ابوالخیر رحمتہ اللہ علیہ' شیخ ابوالقاسم گرگانی رحمتہ اللہ علیہ' شیخ ابوالقاسم شقائی رحمتہ اللہ علیہ' ان کے مداحین میں داتا گنج بخش علی ھجویری رحمتہ اللہ علیہ بھی شامل ہیں۔(۳۹)

ڈاکٹر نسرین اختر اپنے مقالہ "منصور حلاج اور رومی" میں تحریر کرتی ہیں کہ امام قشیری رحمتہ اللہ علیہ' فریدالدین عطار رحمتہ اللہ علیہ' عبدالوہاب شعرانی رحمتہ اللہ علیہ' ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ' ابوبکر شبلی رحمتہ اللہ علیہ' ابوالقاسم نصرآبادی رحمتہ اللہ علیہ' ابوالعباس ابن عطا رحمتہ اللہ علیہ' امام محمد بن خفیف رحمتہ اللہ علیہ' علامہ عبدالروف مصری رحمتہ اللہ علیہ ' اور دوسرے کئی بزرگان طریقت اور علماء و فقہا کی طرح مولانا جلال الدین رومی رحمتہ اللہ علیہ بھی منصور حلاج کو عارف کامل اور ان کے نعرہ "اناالحق" کو جائز قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں :

چون اناالحق گفت شیخ و پیش برد   پس گلوئی جملہ کو ران را فشرد

رُومی ـــ (۴۰)

لوئی ماسینیون اپنے مقالہ "بدخواہان و خیرخواہانِ حلاج" جس کا ترجمہ ڈاکٹر صابر آفاقی نے اردو میں کیا ہے' رقمطراز ہیں کہ وزیر ابن عیسیٰ دل سے خیرخواہ اور معتقد تھا مگر اپنے اقتدار کی حفاظت کے لئے ظاہرا" پورا ساتھ نہ دیتا تھا۔ عیسیٰ دینوری' فارس' ابوالعباس بن عبدالعزیز قاری عطوفی' حلاج کے پیروں میں سے تھے۔ حلاج کے مثلہ ہونے پر اندوھگین ہوئے۔ تلانسی قناد اور ابوالحسن بلخی جو معتزلہ تھے وہ بھی غمگین ہوئے۔ ابراھیم بن فاتک' حلاج کے ساتھ شاید زندان میں رہا اور اس کی زبان سے

نکلے ہوئے کلمات لکھتا رہا۔ ابن عطا زبردست پیروکار اور خدا کار ثابت ہوئے۔ انہوں نے محکمہ میں اعلان کر دیا کہ "میں حلاج کی طرح خدائے یکتا کے ساتھ صوفیانہ وصال رکھتا ہوں۔ اور یہ امر ہر طرح کی بڑائی اور عظمت کا مظہر ہے"۔ حلاج کے قتل سے پندرہ روز قبل انہیں اتنا پیٹا گیا کہ جان دے دی۔ شبلی ترک زادہ بزرگ تھے' دماوند میں بڑی جائیداد تھی۔ صوفی بنے تو مال ومنال چھوڑ بیٹھے۔ بغداد میں حلاج کے شفتہ ہو گئے۔ مگر اپنے جنون پر قابو رکھا۔ جب حلاج پر مقدمہ چلا تو انہوں نے حلاج کے نصف عقاید سے انکار کر دیا۔ خود عتاب سے بچ گئے۔ جب حلاج کا مثلہ ہو رہا تھا تو دیوانہ وار بھاگتے آئے اور مہرو صفا کے طور پر شاخ گل حلاج کی جانب پھینکا۔ ابن خفیف اشاعرہ سے متاثر تھے مگر جب حلاج کو دیکھا تو پکار اٹھے "مَیں نے مَردِ خدا کو دیکھا ہے" نصر قشوری حاجبان دربار کا سردار تھا' حلاج کو مانتا تھا مگر ان کے مثلہ کئے جانے پر ماتم کرنے کی جرات نہ کر سکا۔ تاہم زندگی بھر حلاج کا پیروکار رہا۔ خلیفہ کی ماں شغب حلاج کے حق میں تھیں اور ان کے قتل پر سخت رنج میں مبتلا ہوئیں۔ اس نے حلاج کے سر کو شاہی خزانے میں حفاظت سے رکھا پھر اپنے بھائی کے مزار کے قریب و طلح کے تعاون سے قتل گاہ حلاج کو زیارت گاہ عام قرار دیا۔(۴۱)

مولانا ظفر احمد عثمانی اپنے مقالہ "ملفوظاتِ حَلاج" میں لکھتے ہیں کہ علامہ عبدالوہاب الشعرانی جو اپنے وقت کے عارف کامل اور جامع علم ظاہر وباطن تھے' نے 'طبقات الاخیار' المشہور طبقات کبریٰ' میں حسین بن منصور کو جماعتِ صوفیہ میں شمار کیا ہے پھر مستقل طور پر اُن کے احوال و اقوال کا تذکرہ کیا ہے۔(۴۲)

ڈاکٹر رُکن الدّین ہمایوں فرخ' منصور حَلاج کے بارے میں رقمطراز ہوتے ہیں :

"حسین بن منصور حَلاج بیضاوی رانہ تنہا بَردار کردند بلکہ تن او را نیز سوزاندند و بہ خاکسترش نیز ابقا نکردہ و آن را بہ آب داوند تا اثری از آثار او باقی نماند غافل از اینکہ' بزرگ ترین اثر او اندیشہ ھای تابناکش بود کہ ھنوز قرنہاست می دَرخشد و مردم اھل ذوق و خُدا را بخُودی خواند' خواجہ حافظ چہ زیبا دربارۂ حُسین منصور و تعصّب مردمان قشری سُخن گفتہ و فرمودہ است :

منصُور بَر سَردار این نکتہ خوش سراید
باشافعی مگوئید امثال این مسائل(۴۳)

ترجمہ:۔"حُسین بن منصور حلاج بیضاوی کو نہ صرف سولی پر لٹکایا گیا بلکہ اس کے جسم کو جلا دیا گیا اور اس کی راکھ تک کو باقی نہ چھوڑا گیا اور اسے بھی پانی میں بہا دیا گیا تاکہ اس کا کوئی نشان تک نہ رہے (وہ لوگ) اس حقیقت سے بالکل لاعلم تھے کہ اس کی سب سے بڑی نشانیاں تو اس کے نہایت تابناک افکار ہیں جو صدیاں بیت جانے کے باوجود روشن ہیں اور اہلِ ذوق اور اہلِ خُدا کو برابر متاثر کر رہے ہیں۔ خواجہ حافظ نے حسین بن منصور اور ظاہر پرست متعصب لوگوں کے بارے میں کیا خوب کہا ہے کہ:

منصُور نے بر سر دار کتنا اچھا نکتہ پیش کیا ہے
کہ ان مسائل کی توضیح کے لئے شافعی (یا کسی بھی مذہبی فقیہ) سے بات نہ کرو۔"

عارف دراصل وحدتِ وجود کے پیروکار ہوتے ہیں جس کی بنا پر وہ اپنے مسلک کو "مذہبِ عِشق" قرار دیتے ہوئے خداوند یکتا سے عشق کرتے ہیں اور معتقد ہیں کہ عالم انسانیت کو عشق و محبت میں ہی سرشار ہونا چاہئے اور ایک دوسرے سے محبت کریں۔ رنگ، زبان و نسل کا اختلاف عشق کی زبان اور بیان سے مٹا دیں۔

خواجہ عبداللہ انصاری رحمتہ اللہ علیہ نے کتاب "طبقات الصوفیہ" میں بڑی صراحت کے ساتھ حسین بن منصور حلاج کو اہل ملامت مشائخ میں شمار کیا ہے جو بالکل درست بات ہے۔(۴۴)

ھمایوں فرخ بھی لکھتے ہیں کہ عطار نیشاپوری حلاج کے **اناالحق** کے حق میں گویا ہوئے اور فرمایا:

رَوا باشد **اناالحق** از دَرختی چرا نبود روا از نیک بختی

(ایک درخت سے **اناالحق** کی آواز کو تو جائز سمجھ لیا گیا اور ایک نیک بخت انسان کی زبان سے کیوں جائز نہیں سمجھا جاتا)۔ وہ مزید لکھتے ہیں کہ شیخ روز بھان بقلی اپنی کتاب شرح شطحیات کی فصل سوم میں رقمطراز ہوئے ہیں کہ وہ عارف و دلباختہ شیخ کہہ بیٹھتے ہیں جو حقیقت ہوتی ہے، وہ مستانہ وار بات کہہ دیتے ہیں جسے سوائے مستانہ

لوگوں کے اور نہیں سنا کرتے، افسوس افسوس کہ حق تعالیٰ تو ان کی زبان سے اسرار لایزالی فرماتا ہے اور مرات انسانی میں جمال ذوالجلالی کی نمود ہوتی ہے اور زمانہ کے یہ بے رسم و راہ دیکھنے اور سننے کے باوجود انہیں قتل کرتے اور جلاتے ہیں اور اپنے عمل کو ایمان کہتے ہیں۔(۴۵)

ڈاکٹر نجیب اللہ لکھتے ہیں کہ حلاج نے تختہ دار پر خدا تعالیٰ کے حضور دعا کی کہ یہ ہزاروں لوگ جو مجھے مصلوب کرنے کے لئے جمع ہیں انہیں معاف کیا جائے کیونکہ اے خداتعالیٰ! تو نے جو کچھ مجھ پر ظاہر کیا اگر ان پر ظاہر فرماتا تو یہ میرے درپے نہ ہوتے۔(۴۶)

تاریخی غلطی کا اِنکشاف

تذکرہ نگار اصحاب اور بعض صوفیہ تک ایک شدید غلط فہمی کا شکار رہے ہیں اور وہ ایک نام والی دو ہمعصر شخصیات کی جداگانہ شناخت نہیں کر سکے۔ ایک حسین منصور ملحد تھا جو بغداد میں تھا اور دوسرا حسین منصور عالم ربانی جو خُراسان میں تھے۔ اس بارے میں شیخ فریدالدین عطار رحمتہ اللہ علیہ صاف طور پر کہتے ہیں:

"وبعضی گویند حُسین منصور حَلاج دیگرست و حُسین منصور مُلحد دیگر کہ حُسین مُلحد بغدادی بُوده است۔ استاد محمّد زکریا و رفیق ابوسعید قرملی وا و ساحر بوده است و در شہر واسطہ پرورده شُد و عبداللہ خفیف گفتہ است، حسین منصور عَالِم ربّانی ست۔(۴۷)

یعنی بعض لوگ بتاتے ہیں، حُسین منصور حلاج الگ شخصیت ہیں اور حُسین منصور مُلحد ایک الگ شخص تھا۔ حسین مُلحد بغدادی تھا، جو محمّد زکریا کا استاد اور ابوسعید قرملی کا رفیق تھا، جو ایک ساحر تھا۔ اور اس کی پرورش شہر واسطہ میں ہوئی اور عبداللہ خفیف رحمتہ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ حسین منصور ایک عالمِ ربّانی ہیں۔

شیخ علی ھجویری رحمتہ اللہ علیہ کا بھی یہی مؤقف ہے کہ دو شخصیات کو ایک سمجھ لیا گیا ہے جس سے غلطیوں کا باب کھل گیا۔ وہ لکھتے ہیں کہ بعض ظاہربین جو ان پر کفر کا الزام لگاتے ہیں اور ان کے مفکر بنے ہوئے ہیں اور ان کے احوال کو محض حیلہ گری، افسوں طرازی یا ساحری سے تعبیر کرتے ہیں تو دراصل وہ اس مغالطے میں مبتلا

ہیں کہ وہ حسین بن منصور حلاج کو حسن بن منصور حلاج تصور کیے ہوئے ہیں جو بغداد کا رہنے والا تھا اور واقعی ملحد تھا اور محمد بن ذکریا کا استاد اور ابو سعید قرمطی کا رفیق تھا۔ گویا وہ ابن حسین کہ جن کی شخصیت متنازعہ اور موجب اختلاف رائے ہے، فارس کے قصبہ بیضا کے رہنے والے تھے۔(۴۸)

علامہ سلیمان ندوی کے مطابق ابوریحان البیرونی (جو حلاج سے چالیس برس بعد پیدا ہوئے) حلاج کو شعبدہ باز اور فریبی قرار دیتے ہیں۔(۴۹)

ڈاکٹر سلیم اختر بھی حضرت علی ہجویری رحمتہ اللہ علیہ کا حوالہ دے کر لکھتے ہیں کہ حلاج سے منسوب سحر و طلسم کی تمام باتیں لغو ہیں، دراصل اس زمانہ میں ایک ساحر حسن بن منصور حلاج بھی تھا۔(۵۰)

حلاج کے افکار

پروفیسر لوئی ماسینیون نے، حلاج کی تصنیف "کتاب الطواسین" مطبوعہ پیرس ۱۹۱۳ء کے مقدمہ میں جو تحقیق درج کی ہے اس کی روشنی میں وہ حلاج کو اس کے عقاید بیان کرکے انہیں حلول (INFUSION) کا مرتکب ٹھہراتا ہے۔ بقول حلاج:

"پاک ہے وہ ذات جس نے اپنی ناسوتی شکل میں اپنی منور لاہوتی ذات کو ظاہر کیا اور پھر وہ اپنی مخلوقات کے سامنے ایک کھانے اور پینے والے انسان (مسیح) کی شکل میں ظاہر ہوا۔"

"تیری روح میری روح میں اس طرح گھل مل گئی ہے جس طرح شراب صاف پانی میں گھل مل جاتی ہے"۔

بایں ہمہ پروفیسر لوئی ماسینیون بحث کرتا ہے کہ حلاج کا اناالحق سے مراد اپنے کو الحق الخلاق THE CREATIVE TRUTH تھا۔ نیز حلاج کا حلول (INFUSION) بھی اس کی سریانی نصرانیت سے مستعارلی ہوئی اصطلاحوں، روح لاہوتی اور روح ناسوتی (بقول حلاج خدائی روح اور انسانی روح) کے باعث ہوا تھا۔ اور یہ سب کتاب الطواسین کے مضمون سے واضح ہوتا ہے۔(۵۱)

وہ ابلیس اور فرعون کو موحدِ اعظم قرار دیتے ہیں۔ الطواسین میں کہتے ہیں کہ

ابلیس کو جہنم کے عذاب سے ڈرایا گیا مگر اس نے اپنے افکار سے توبہ نہ کی اور فرعون غرق ہو گیا مگر پھر بھی اپنے افکار سے توبہ نہ کی۔ ان کے نزدیک ابلیس کے افکار خدا کی تقدیس تھی کیونکہ ابلیس اور موسیٰ علیہ السلام کے مکالمہ میں ابلیس، موسیٰ علیہ السلام سے کہتا ہے کہ "اے موسیٰ! تمہیں معلوم نہیں وہ امر نہیں تھا بلکہ میرا امتحان تھا"(الطواسین ص ۴۶)۔

وہ کہتے ہیں اس طرح خواہ مجھے قتل کر دیا جائے، میرے ہاتھ پاؤں قطع کر دیئے جائیں اور مجھے مصلوب کر دیا جائے مگر توبہ نہیں کروں گا(اناالحق کا انکار نہیں کروں گا) (الطواسین، ص ۵۱ ـ ۵۲) یعنی اپنے الحق الخلاق THE CREATIVE TRUTH ہونے سے منہ نہ موڑوں گا۔ حلاج اگرچہ ابلیس کی فتوت (ذاتی قربانی) کی تعریف کرتا ہے مگر امر رب کی نافرمانی پر پوری منطقی دلیلوں کے ساتھ ابلیس کی سرزنش بھی کرتا ہے۔ (کتاب الطواسین ص ۱۴۵ ـ ۱۴۸)۔(۵۲)

حلاج کہتے ہیں: "فقر ناظر باللہ ہے اور غیر اللہ سے مستغنی ہوتا ہے"

"اللہ کی طرف جانے کے لئے دو قدم چاہیں، ایک قدم دنیا سے اٹھا لو، دوسرا عقبیٰ سے"۔(۵۳)

آر۔ اے نکلسن لکھتے ہیں کہ حلاج کے ہاں نہ خالص وجودیت ہے اور نہ مطلق حلول کیونکہ وہ ماورائیت اور انعکاسِ خداوندی کے قائل تھے۔ ان کا یہ کہنا بڑا واضح تھا کہ جنہوں نے مجھے قتل کیا وہ مجاہد ہیں کیونکہ مذہب کے لئے انہوں نے کیا اگرچہ وہ راز سے واقف نہ تھے اور میں شہید ہوا اور راز الٰہی مجھ پر منکشف تھا۔(۵۴)

ڈاکٹر این میری شمل اپنے مقالہ "منصور حلاج، اقبال کی نظر میں" سے واضح کرتی ہیں کہ حلاج خدا کی ماورائیت پر یقین رکھتے ہیں۔ خالق و مخلوق کے تعلق کو جانتے ہیں۔ پھر حلاج قائل ہیں کہ خدا اپنے فضل سے مومن کے دل میں جاگزین ہو جاتا ہے۔ انسان کو خلق کیا تاکہ عشق الٰہی دنیا میں ظاہر ہو۔ حلاج قائل ہیں کہ وحدت حق عارف کی خودی کو محو نہیں کر دیتی بلکہ اسے اور بھی زیادہ کامل، مقدس اور الوہی بنا کر ایک آزاد و زندہ عضو بنا دیتی ہے۔ ان کی رائے میں تخلیق کا راز جب ہی سمجھا جا

سکتا ہے کہ الٰہی خصوصیت خاصہء عشق، یعنی تخلیقی عشق ہے، جو خدا کی سرشت میں داخل ہے۔ حلاج اس شوقِ الٰہی کو "عشق" قرار دیتے ہیں۔(۵۵)

سید سلیمان ندوی کہتے ہیں کہ سفر نامہ ابن حوقل ۳۳۱ھ میں جس حلاج کے بارے میں ہے وہ بالکل صحیح ہے اور حسین بن منصور سے متعلق ہے۔ اس میں حلاج کے افکار واضح ہیں اور صوفیانہ رنگ میں ارواح کے ارتقاء اور رضائے حق میں گم ہو جانے اور ایک ہو جانے کا بیان ملتا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ حلاج حلول کے قائل تھے یعنی خدا کا انسانی جسم میں مجسم ہو کر وارد ہونا۔ (مگر حلاج کی تعلیمات اور اشعار میں ایسی بات نظر نہیں آتی، البتہ ہم حلاج کو وجودی فلسفہ والا کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ وجودی فلسفہ میں اس کائنات کا سب کچھ فرع یا جزو ہے اور اصل خدا کی ذات ہے بالکل اسی طرح جیسے دریا اصل اور موج فرع، دھاگہ اصل اور گرہ فرع، کاغذ اصل اور تصویر فرع۔(۵۶)

مولانا ظفر علی خان لکھتے ہیں کہ اقبال لوئی ماسینیون کی رائے کو بھی اہمیت دیتے ہیں کہ، "حلاج ہرگز حق کے ماوراء ہونے سے انکار نہیں کرتا اس لئے اس تجربہ کی صحیح تشریح قطرہ کا دریا میں فنا ہونا نہیں بلکہ غیر فانی پیرایہ میں انسانی خودی کے ایک عمیق تر ہستی میں حقیقی اور باقی ہونے کا ادراک اور اس کی تائید ہے۔(خطبات اقبال)

"یہی وجہ ہے کہ جاوید نامہ میں یہ مشہور صُوفی حرکیت کا نمائندہ نظر آتے ہیں" حلاج "طواسین السّراج" میں اس ہستی کے اوصافِ جمیلہ کے گیت گاتے ہیں جس کا نُور تمام موجودات سے پہلے تخلیق کیا گیا اور وہ "سرّیتِ محمّدیہ ﷺ" کی تعلیم دیتے ہیں نیز عبدہ، کے معنی کا انکشاف کرتے ہیں چہ جائیکہ خالق حقیقی کے ماوراء ہونے میں انکار کرے"۔

"جہاں تک ابلیس کی ہمّت کی داد دینے کا سوال ہے، عطار اور بعض صوفیاء نے بھی ابلیس کو ایک ایسے عاشق کے طور پر قبول کیا ہے جو کسی اور خدا کی پرستش نہیں کرے گا۔ اگرچہ اس نے بظاہر خدا کی نافرمانی کی لیکن اس نے خدا کی مشیت پنہاں کی

پیروی کی، جس نے اپنے سوا کسی اور کو سجدہ کرنے کی اجازت نہیں دی۔ اس طرح ابلیس واحد سچا پرستار قرار پاتا ہے۔"

"حلاج، ابلیس کو بھی حقیقی موحد قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر محمد ﷺ کو فضلِ رَبّی کا خازن کہا جائے تو ابلیس کو عتابِ ایزدی کا خازن کہنا مناسب ہوگا۔ فرق یہ ہے کہ وہ اپنے آپ میں رہا مگر پیغمبر ﷺ اپنے سے دور ہو گئے۔ وہ آدم میں اس کا خارجی پہلو دیکھتا تھا محض پیکرِ آب و گل، اس میں جلوۂ حق کا پَرتو نہ دیکھتا تھا اس لئے وہ موحد حقیقی تھا وہ صرف حق کو ہی دیکھا کرتا تھا۔ ابلیس کے نزدیک آدم علیہ السلام کو سجدہ اور جلتی ہوئی جھاڑی کے سامنے سرجھکانا سب شرک تھا تاہم وہ "رجیم" ہونے پر مطمئن تھا کیونکہ وہ محض اپنے محبوب حقیقی کو یاد نہیں کرتا بلکہ اس کے ساتھ ہمیشہ یاد بھی کیا جاتا ہے"۔

"فلک مُشتری پر ابلیس اور مُوسیٰ علیہ السلام کے مکالمہ کے ضِمن میں احمد غزالی تو اس حد تک حَلاج کی پیروی کرتے ہیں کہ "--- جو شخص توحید کو ابلیس سے نہیں سیکھتا وہ زندیق ہے"۔

حَلاج "فلک مشتری" میں اپنے بارے میں کہتے ہیں:

بُود اندر سینہء من بانگِ صور   مِلّتی دِیدم کہ دارد قصدِ گور
مومنان باخوی بُوئی کافران   لَا اِلٰہ گویان و از خود منکران(۵۷)

(میرے سینہ میں صُورِ (اسرافیل) کی صَدا (تلملا رہی) تھی۔ (جبکہ) میں نے ایسی ملت کو دیکھا جو قبرستان ہی کو رخ کئے ہوئے ہے۔ (اس ملت میں) ایسے مومن ہیں جو کافروں جیسی عادات رکھتے ہیں۔ وہ لَا اِلٰہ کہتے ہیں اور اپنے آپ سے انکار کرتے ہیں)۔

جیلانی کامران کے مطابق منصور حَلاج نے اِسلامی تاریخ میں عقل اور وجدان کے مابین تخلیقی رشتہ پیدا کرکے انسان اور کائنات کے درمیان جو نسبت قائم کی ہے اس کے عظمت اور اہمیت کو کسی طرح نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ ساتویں "طاسین" مشیّت سے متعلق ہے، اس کا پہلا دائرہ مشیت، دوسرا حکمت، تیسرا قدرت، چوتھا معلومات

اور اس کی ہیشگی۔ ابلیس کہتا ہے کہ پہلے دائرے میں داخل ہوتا تو دوسرے میں عذاب پکڑتا، دوسرے پہنچتا تو تیسرے میں عذاب پاتا اور علیٰ ہذالقیاس سلسلہ جاری رہتا اسی لئے میں پہلے ہی دائرے میں رہا اور دوسرے کی جانب مجھ پر لعنت ہوئی اور تیسرے کی طرف مجھے پھینکا گیا اور اب مجھ سے چوتھا دائرہ کہاں ہے؟۔ نویں طاسین (راز توحید) میں حلاج کہتا ہے "الحق حق کی جائے بازگشت ہے، خود حق نہیں ہے"(۵۸)۔

ڈاکٹر سلیم اختر، حلاج کے افکار کو دُہراتے ہیں کہ۔۔

"اور مَیں نے کہا اگر تم حقّ ناشناس ہو، تب اس کی نشانیاں پہچانو، میں اس کی نشانی (تجلّی) ہوں"۔ (طواسین)

"اللہ نے میرے قلب سے مَعرفت کا اعلان کرا دیا، میں اُس سے بہت دُور تھا مگر اُس نے قربت عطا کی، اُس نے مجھے منتخب کیا اور بندۂ خاص بنا دیا"۔(۵۹)

(طاسین، صفا)

مولانا ظفر احمد عثمانی ملفوظات حلاج کے زمرہ میں لکھتے ہیں کہ حسین بن منصور کا عقیدۂ توحید جس کا لفظ کتاب و سنت اور مذہبِ سلف صالحین کی پُر شوکت تفسیر ہے جس میں صاف تصریح ہے کہ مخلوق کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی قسم کا اختلاط و امتزاج نہیں ہو سکتا۔ نہ حلالا" نہ اتحادا"۔ جس حقیقت معرفت کو دوسروں نے طویل عبارتوں میں بیان کیا ہے حسین بن منصور نے اس کو دو جملوں میں بیان کرکے دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے اور یہی ان کے عارف ہونے کی دلیل ہے۔ غیر عارف اس پر قادر نہیں ہو سکتا۔ ابوالعباس رازی کہتے ہیں میرا بھائی حسین بن منصور کا خادم تھا، جب وہ رات آئی جس کی صبح ان کے قتل کے لئے مقرر تھی اس نے عرض کیا کہ حضرت، مجھے کچھ وصیت فرمایئے، کہا اپنے نفس کی نگہداشت رکھو، اگر تم اسے حق میں نہ لگاؤ گے تو وہ تم کو حق تعالیٰ سے ہٹا دے گا۔ ایک اور آدمی کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔ حق تعالیٰ کے ساتھ رہو، جیسا اس نے واجب کیا ہے یعنی واجبات اور فرض ادا کرتے رہو، اس سے اللہ تعالیٰ کی محبت تم کو حاصل ہوگی۔ کیا کوئی ساحر و زندیق بھی

ایسی وصیت کر سکتا ہے؟ اس وصیت کو تو عطر تصوف اور روح طریق کہا جائے تو بجا ہے جس سے منصور کا صوفی و عارف ہونا واضح ہے۔

خطیب بغدادی کے مطابق کہ میں نے حسین بن منصور حلاج سے سنا وہ کہتے تھے کہ اولین و آخرین کے علوم کا خلاصہ چار باتیں ہیں۔ اول رب جلیل کی صحبت، دوم متاع قلیل (دنیا) سے نفرت، سوم کتاب منزل کا اتباع اور چہارم تغیر حال کا خوف۔ کیا شریعت و طریقت کی کوئی بات بھی اس خلاصہ سے رہ گئی ہے! سبحان اللہ کس خوبی سے سمندروں کو کوزہ میں بند کر دیا ہے۔ کیا کسی ساحر و زندیق کی مجال ہے کہ تمام شریعت و طریقت کو اس بلاغت کے ساتھ چار جملوں میں بیان کر دے؟ کیا اب بھی کسی کو ابن منصور کے صوفی ہونے میں کلام ہو سکتا ہے!(۶۰)۔

کتاب الطواسین میں حسین بن منصور حلاج واضح طور پر کہتے ہیں کہ لوگ اگر مجھے نہیں پہچانیں گے تو میری تصنیف کو تو سمجھ لیں گے۔ میں وہ نشانی ہوں اور حق ہوں کہ ہمیشہ حق کے ساتھ حق ہوں۔ نیز اعتراف کرتے ہیں کہ وہ حق کی نشانی ہیں اور تمام جہان حق کی نشانی ہے۔ لیکن ہر نشانی میں فرق ہے۔ تجلی کے وقت تمام عالم (صفت) افعال میں ہے اور آدم علیہ السّلام تجلّی کے وقت ذات و صفات ---- اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا، وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِی --- اس کی رُوح اُس کی تجلّی ہے۔ ربّ کی تجلّی پہاڑ پر، آدم علیہ السلام کے قلب پر باطن وارد ہوا، آدم کے چہرہ سے نور کی صفت پیدا ہوئی، حق نے آدم سے تجلی کی جو حقیقت میں نشانی ہے نہ کہ بطریق حلول، اَلْحَقُّ حَقٌّ وَالْخَلْقُ خَلْقٌ وَلَا لَبْسَ۔

بتایئے اس تمام بیان میں حلاج پر حلول کا الزام کس طرح وارد ہو سکتا ہے(۶۱)۔

حلّاج کا قتل

سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں کہ حلاج کے قتل کی اصل وجہ وجودیت یا حلول کا فلسفہ نہ تھا۔ البتہ اس وجہ سے قید ہوئے اور ۹ برس قید میں رہے مگر قتل کی وجہ ان کا ایک کتاب میں فرضی حج کرنے کے اصول پر ہوا ہے جس میں وہ لکھتے ہیں کہ اگر کوئی حج کے لئے مکہ معظمہ نہیں جاسکتا تو ایک الگ کوٹھڑی صاف کرلے اور اس کے گرد

حج کی نیت سے طواف کر لے پھر تین یتیموں کو کھانا کھلا دے اور ان کو عمدہ لباس دے دے اور ساتھ ان کے سات سات درھم حوالہ کردے تو حج کا ثواب مل جائے گا۔(۶۲)

ابن سعد قرطبی' ابن حوقل بغدادی' مورخ مسعودی۔ ابن ندیم نے حلاج کی شخصیت کی تکذیب کی ہے۔ مگر ان کے بیانات سے اور ابن اثیر کی تحقیق سے یہ تو واضع ہو جاتا ہے کہ حلاج کا قتل مذہبی بنا پر نہ ہوا بلکہ وہ قتیل راہ سیاست تھے۔ وہ عباسی خلافت کے درپے تھے۔ خلیفہ کا حاجب نصران کا معتقد ہو چکا تھا جبکہ وزیر حامد بن عباس نصرحاجب کا مخالف اور حلاج سے خائف تھا۔(۶۳)

ڈاکٹر نسرین اختر لکھتی ہیں کہ منصور کا بہیمانہ قتل دراصل غدار حکمران کے عمل کا نتیجہ تھا۔ وہ رُومی رحمتہ اللہ علیہ کے شعر سے بالکل درست نتیجہ نکالتی ہیں۔

چُوں قلم دَر دَستِ غَدّاری بود   بی گُمان منصُور بَرداری بود(دفتر دوم)

منصور کمسن المقتدر کے دور میں تھے جس کا زمانہ مالی' سیاسی اور مذہبی لحاظ سے ابتری کا شکار تھا۔ منصور انھیں سازشوں کے بھینٹ چڑھے۔ حلاج کے دو بڑے دشمن شیعی وزیر ابن الفرات اور سنی وزیر حامد تھے۔ منصور کے باطنی اصلاح اور عشق میں روح و خدا میں اتحاد کے موضوعات پر خطابات ارباب اقتدار کے لئے ناگواری کا باعث ہوئے۔ اس کا سنی مسلک پر زور دینا اور اخلاقی اصلاح کرنا ارباب اقتدار کے لئے ناراضگی کا باعث ہوا۔ وزیر ابن عیسیٰ جو منصور کا مداح تھا' خلیفہ نے معزول کر دیا تھا اور اس کا اثر زائل کرنے کے لئے وزیر حامد نے منصور حلاج پر مقدمات دائر کر دیئے۔ کوئی شافعی اور حنفی قاضی فیصلہ دینے پر آمادہ نہ تھا بالاخر قاضی کا معاون ابو عمر افسر تحقیقات کے ہاتھوں میں آگیا اور فیصلہ دیا "تمہارا خون بہانا جائز ہے"(۶۴)

رومی رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک غدار وزیر ہی تھا جس نے خلیفہ المقتدر سے سولی چڑھانے کے لئے دستخط حاصل کئے اور علماء سے زبردستی فتویٰ حاصل کیا گیا:

چُون سفیہان راست اِین کار و کیا   لازم آمد یَقتُلُون الاَنبِیاء(دفتر دوم)

جب نااہل لوگوں کے ہاتھوں میں اقتدار آجاتا ہے تو وَلیوں اور بزرگوں کو قتل کرنا

تو درکنار پیغمبروں کو بھی قتل کرنے سے دریغ نہیں کیا جاتا۔

پروفیسر نکلسن نے اپنی تصنیف میں لکھا ہے کہ دسویں صدی عیسوی کے آغاز (۹۲۲ء) میں حلاج کو بغداد میں بڑے وحشیانہ طریق سے قتل کیا گیا' ان کے قتل کے وجوہ زیادہ تر سیاسی تھے۔(۶۵)

ولی اللہ یوسفیہ کتاب "دیوان منصور حلاج" کے پیش گفتار میں حسین منصور کے قتل کو خالصتاً فرقہ وارانہ عناد کا شاخسانہ قرار دیتے ہیں اور ان کے مطابق کتاب الانساب سمعانی اور کتاب سنجری جو شمس المعالی کے دور میں تالیف ہوئیں ان کی رو سے اخذ ہوتا ہے کہ حسین منصور امام محمد مہدی علیہ السلام کے لئے لوگوں میں دعوت تبلیغ کرتے تھے اور کہتے تھے کہ امام عنقریب طالقان دیلم سے ظاہر ہوں گے۔ اس بنا پر انہیں گرفتار کیا گیا اور مواخذہ کیا گیا گویا بقول ولی اللہ یوسفیہ حسین منصور کا گناہ مذہب امامیہ سے ہونے اور مہدی علیہ السلام کے وجود پر اعتقاد رکھنے کے باعث مرتب ہوا۔ گویا امام مذکورہ کی نصرت اور لوگوں کو خلفائے عباسی کے خلاف بھڑکانے کے اقدامات پر انہیں کفر و زندقہ کے الزامات لگا دیئے گئے تھے۔(۶۶)

صاحب کتاب "دشتِ سُوس" نے حامد بن عباس کی حُسَین بن منصُور حَلاج سے عداوت کی ایک وجہ یہ لکھی ہے کہ اغول نامی ایک کنیز حُسَین بن منصُور حَلاج پر فریفتہ تھی' جس سے حامد بن عباس نے نکاح کر لیا تھا مگر وہ زندگی بھر حسین کی یاد میں محو رہی اور بالاخر بیمار و نزار ہو کر فوت ہو گئی۔ اس تمام عِشقیہ داستان کو اگر درست بھی سمجھ لیا جائے تو بھی جو حقائق برآمد ہوتے ہیں ان کے مطابق حَلاج کی اغول سے پہلی ملاقات ایک قافلہ میں ہوتی ہے جو مکّہ معظمہ کو جا رہا ہوتا ہے۔ اغول اور حَلاج کی یہاں بھی مختصر ملاقات ہوتی ہے' جس میں اغول فریفتہ ہو جاتی ہے۔ دراصل اغول حَلاج کے عِشق اِلٰہی میں مُستغرق اور فقیرانہ شخصیت سے مسحُور ہوئی دوسری ملاقات مکّہ مُعظمہ میں ہوتی ہے۔ بس اس قدر ملاقات کہ ایک دوسرے کو پہچانا۔ اس موقعہ پر عالم وارفتگی میں حَلاج بے ہوش ہوئے اور اغول یہ کہہ کر رخصت ہو گئی کہ "حسین میرے لئے دعا کرے"۔ اس دوسری ملاقات کے بعد بھی اغول کا حامد بن عباس سے

دارالسلطنت بغداد میں نکاح ہو جاتا ہے۔ تیسری ملاقات بیت الحرام میں اس طرح ہوتی ہے کہ اغول بھی حلاج کو تلاش کرا لیتی ہے اور کسی مریض کو دعا کرانے کے لئے بتا کر بہانے سے انہیں اپنی قیام گاہ محلّہ اسفل میں بلا لیتی ہے۔ جہاں وہ اپنے کو ظاہر کرتی ہے مگر وہاں بھی حسین بن منصور حلاج صرف اغول کے تاثرات اور خیالات سنتے رہے اور خود خاموش رہے(۶۷)۔ اس کے بعد اغول کا وہیں مکّہ معظمہ میں ہی انتقال ہو جاتا ہے اور حسین حَلاج بغداد چلے جاتے ہیں۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ عشق مجاز کا اگر معاملہ ہوا بھی ہے تو اس میں اغول ملوث تھی اور حُسین اس سے بلند تر رہے۔

جمیلہ ہاشمی رقمطراز ہوتی ہیں کہ حامد بن عباس نے جب حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کو اپنے دربار میں دعوت دی تو ان کی تشریف آوری پر بہت سے مشائخ اور فقیہ بھی بخوشی وہاں چلے آئے تو حامد بن عباس نے اس موقعہ پر حسین سے منسوب تحریریں حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کو دکھائیں اور ان سے رائے لی۔ جنید رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا "کسی دیوانگی پر سند کی کیا ضرورت ہے؟" مگر حامد نے کہا "دیوانگی اگر کفر کی حدوں تک چلی جائے تو قابل سزا ہے"۔ اسی طرح وہ لکھتی ہیں کہ یوسف بن الحسین نے بتایا کہ وہ ابلیس کی عالی ہمتی کو حامد بن عباس کے سامنے سراسر کفر لکھ کر فتویٰ دے آئے ہیں' نہ جانے کس کی شامت آئے گی!۔ اس پر جنید رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا "رائے یا فتویٰ عظیم ذمہ داریاں ہیں"۔ وہ لکھتی ہیں کہ یوسف کی رائے تھی کہ حامد بن عباس مغرب میں عبیداللہ المہدی سے شکست پانے کے بعد خلیفہ المقتدر کو کسی طرح اپنا کارنامہ دکھا کر خوش کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے خراسان سے اور بغداد کی خراسانی سرائے سے حسین بن منصور حلاج کی تحریروں اور ان کے عقیدت مندوں سے مکتوبات کو منگوا کر قاضی ابوعمر کے ذمہ کیا کہ وہ اس مواد میں سے حسین بن منصور حلاج کے خلاف شواہد و دلائل جمع کرے مگر ابوعمر کو ان سے کچھ بھی قابل اعتراض نہیں ملتا تھا اور ویسے وہ خود حلاج کو درِ بے بہا گردانتا تھا۔ حتیٰ کہ حامد بن عباس کے اصرار پر فتویٰ جب اس نے لکھ دیا اور قتل حلاج کا موقعہ آیا تو نہ صرف

شبلی' فاطمہ نیشاپوری' آقائے رَازی' جُنید بغدادی اور شغب (خلیفہ کی والدہ) سخت مغموم ہوئے بلکہ قاضی ابوعمر نے کہا "میں اس سے بَریُ الذِّمہ ہوں۔ اے میرے خدا! میں اس سے بری الذّمہ ہوں' اس خون ناحقّ کا بوجھ حامِد کی گردن پر ہو"(۶۸)۔

سرِّ اَنَاالحقّ

بقول عزیزالدّین احمد عطائی:

وَرشہرِ جفا دیدم کز دستِ ستم کیشان
نادان بہ سَرِ منبرُ دانا بہ سَرِ داری

فریدالدّین عطار رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حَلاج قید و بند میں تھے' ابن عطاء آئے اور کہا: "آپ نے جو کچھ کہا ہے اس سے معذرت کر لیں"۔ حلاج نے کہا "جس نے یہ بات (اناالحقّ) کہی ہو اس سے کہو وہ عُذر خواہی کرے۔ اس پر عطاء رحمتہ اللہ علیہ رونے لگے۔(۶۹)

جمیلہ ہاشمی نے "دشتِ سُوس" میں جو کچھ لکھا ہے وہ محض افسانہ یا غنائیہ نہیں بلکہ تاریخ کے تحقیقی اوراق ہیں۔ وہ اس ضمن میں لکھتی ہیں کہ جب (حامد بن عباس کے) دربار میں قاضی ابو عمر کی عدالت لگائی گئی تو حُسین (بن منصُور حَلاج) نے بقائی ہوش و حواس اناالحق کہنے سے انکار کیا اور سرزد ہونے والی کرامات (جنہیں مخالفین شعبدہ بازیاں قرار دیتے) کو محض توفیقِ خُداوندی سے تعبیر کیا اور انسان کو بے بس بتایا۔ مگر حامد بن عباس کے اصرار پر قاضی ابو عمر نے قتل حَلاج کا فتویٰ لکھ دیا۔ جس پر شحنہ نے اور ابوالحسن الاشنائی نے دستخط اور مہریں ثبت کیں۔(۷۰)

آر۔ اے نکلسن لکھتے ہیں کہ حَلاج کے "اناالحقّ" سے مراد کوئی حلول نہیں بلکہ خالق کا انسان میں "انعکاس" مراد ہے۔ "وحدت الوجود" کا نظریہ اور اس کی تشریحات تو حلاج کے بعد ابن العربی اور الجیلی سے شروع ہوتے ہیں۔(۷۱)

ڈاکٹر این میری شمل لکھتی ہیں کہ "مشکوٰۃ الانوار" میں غزالی تسلیم کرتے ہیں کہ ممکن ہے یہ الفاظ "اناالحقّ" حلاج کے منہ سے جلوۂ حق نے نکلوائے ہوں۔ شاہ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ نے منصور کو ایک ایسا پرندہ قرار دیا جو افلاک پر محو

پرواز تلاش شکار رہا ہے اور پھر واپس آکر اس نے ہر طرف اسی کا جلوہ دیکھا۔ اقبال بھی اسے فلک مشتری پر محو پرواز دیکھتے ہیں۔(۷۲)

ڈاکٹر سلیم اختر کے مطابق یہ اعلان کفر نہ تھا' اثبات حق تھا اور حق و یقین کی آخری منزل کہ وہ اپنی ذات کے حوالے سے حق کی شہادت دے رہا تھا۔ وہ مزید لکھتے ہیں کہ ویسے معاشرہ سے الگ کرکے سالک کے لئے "**اناالحقّ**" جائز ہو جاتا ہے۔ جیسے اقبال نے کہا:

خُودِ گیر و خُودِ داری و گلبانگ **اَنَاالحقّ**
آزاد ہو سالک تو ہیں یہ اُس کے مقامات

مگر مشکل یہ ہے کہ سالک معاشرہ سے کس طرح الگ ہو۔ سوائے اس طریقہ کے کہ زبان بند رکھے۔(۷۳)

جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ سے جب پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ ظاہر میں تو حلاج پر فتویٰ کفر درست ہے مگر باطن کا معاملہ خدا جانے۔(۷۴)

ڈاکٹر نسرین اختر مولانا رومی رحمتہ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتی ہیں کہ حلاج اپنی انانیت استغراق میں ختم کر چکے تھے' اب ان کے گلے سے "**اناالحق**" کے سوا کیا برآمد ہو سکتا تھا۔

چُوں اَنایء بندہ **لا** شُد از وجُود
پَس چہ ماند تو بیندیش اَی حسُود

(رومی)

بلکہ رُومی رحمتہ اللہ علیہ واضح طور پر اہل بصیرت سے کہتے ہیں:

گر ترا چشمیست بکشا درنگر — بعد **لا** آخر چہ می ماند دِگر

رُومی (۷۵)

گویا مکمل نفی کر لینے کے بعد آخر کیا بچ رہتا ہے؟ کیا اس کی ذات باقی نہیں ہوتی!۔

ڈاکٹر نسرین اختر مزید لکھتی ہیں کہ فرعون نے فنائے بشریت اور فنائے نفس امارہ

کے بغیر "**اَنَاالرَّبّ**" کا نعرہ لگایا تھا جبکہ منصور حلاج فنائے بشریت کے بعد کہتے ہیں: "**اَنَاالْحَقّ**"(۷۶)۔

ڈاکٹر نسرین اختر اپنے مقالہ میں بحث کرتی ہیں کہ رُومی رحمتہ اللہ علیہ منصور کی حالت کو لوہے کے آتش میں ہمرنگ آتش ہو جانے سے تشبیہ دیتے ہوئے انہیں استغراق ذات میں اسی طرح پاتے ہیں:

آن مَنم خُم خودِ **اَنَاالْحَقّ** گُفتَنَست
رنگ آتش دارد **اِلّا** آہنست
شُد زِ رنگ و طبعِ آتش مُحتَشِم
گوید او مَن آتشم مَن آتشم

رُومی (۷۷)

(اس کا "میں خود مٹکا ہوں" **اناالحق** کہنا ہے۔ آگ کا رنگ رکھتا ہے لیکن لوہا ہے۔ وہ لوہا رنگ اور طبیعت سے شاندار آگ بن گیا' تو وہ کہتا ہے میں آگ ہوں' میں آگ ہوں)۔

رُومی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں جس طرح حضور پاکﷺ کا مُشتِ خاک پھینکنا جنگِ بدر میں خُداتعالیٰ کا پھینکنا تھا' اسی طرح منصور کا **اناالحقّ** کہنا دراصل منصُور کی آواز نہ تھی بلکہ وہ خُدائے حقیقی کی ذات کی آواز تھی' جس میں منصور فنا ہو چکے تھے۔(۷۸)

مولانا ظفر احمد عثمانی لکھتے ہیں کہ ظاہر ہے اس قدر اعلیٰ تعلیمات والے منصور نے ازخود "**اناالحقّ**" ہرگز نہیں کہا بلکہ غلبہ حالات و واردات میں ان کی زبان سے **اناالحقّ** نکلا ہے۔ وہ مزید لکھتے ہیں' منصور کے مطابق:

"جس شخص کو انوارِ توحید نے مَست کر دیا ہو وہ تجرید (اور تنزیہ) کی عبارت (والفاظ) سے روک دیا جاتا ہے" (یعنی وہ انوارِ توحید کی مستی میں شان تجرید و تنزیہ کی رعایت سے معذور ہو جاتا ہے) گویا منصور نے اپنا عُذر بھی ظاہر کر دیا۔(۷۹)

شبلی رحمتہ اللہ علیہ نے فاطمہ نیشاپوریہ کو جو بزرگ بی بی تھیں' منصور حلاج کے

پاس بھیجا' دو سوالات کرنے کے لئے' اول یہ کہ تم کو اپنے اسرار میں اللہ تعالیٰ نے امین بنایا تھا مگر تم نے اس راز کو شائع کر دیا۔ دوم یہ کہ تصوف کیا ہے؟۔ فاطمہ جب گئیں تو حلاج نے فرمایا' "ابوبکر شبلی رحمتہ اللہ علیہ سے کہنا واللہ میں نے اللہ تعالیٰ کا کوئی راز فاش نہیں کیا۔ دوم یہ کہ تصوف یہی ہے جو مجھ میں دیکھتے ہو۔ نیز تصوّف یہ ہے کہ میں نے نعمت اور بلا میں کسی وقت (بھی) فرق نہیں کیا"۔(۸۰)

صاحبِ کتاب "حافظِ خراباتی" لکھتے ہیں کہ ابن خفیف شیرازی' حسین بن منصور حلاج کے بارے میں کہتے ہیں کہ ایک بار میں واسط کی جامع میں گیا تو وہاں ایک شیخ تشریف لائے جن کے احترام میں سب لوگ کھڑے ہو گئے۔ میں نے ان کے باتیں سنیں اور پھر ان سے منصور حلاج کے بارے میں پوچھا تو شیخ نے فرمایا کہ منصور حلاج کے واقعہ کے بعد میں نے خواب میں خداتعالیٰ سے گفتگو کی کہ اے اِلٰہ العالمین! تیرے بندے منصور نے تو پورے جہان سے ہاتھ اٹھا لیا تھا اور سوائے تیری توحید و تقدیس کے جس کے تو لائق ہے اور کچھ نہ کرتا تھا تو پھر کیا حکمت ہے کہ اسے اس جہان میں ایک بلا میں مبتلا کر دیا۔ فرمان خُداوندی ہوا کہ میں نے اپنے رازوں میں سے ایک راز اس پر ظاہر کر دیا تھا' جو اس نے لوگوں پر آشکار کیا تو بلاشبہ میں نے وہ مصیبت اس پر بھیج دی۔ وہ شیخ ابوالھام رحمتہ اللہ علیہ تھے' جنھوں نے ابن خفیف رحمتہ اللہ علیہ سے یہ خواب بیان کیا۔ حافظ شیرازی رحمتہ اللہ علیہ نے دراصل یہی واقعہ بیان کیا ہے:(۸۱)

گفت آن یار کہ اوگشت سَرِدار بلند   جُرمش این بُود کہ اسرار ہویدا می کرد

(اس نے کہا' وہ دوست جس سے سُولی کا سَربلند ہوا' اس کی خطا یہ تھی کہ راز ظاہر کر رہا تھا)۔

روز بھان بقلی رحمتہ اللہ علیہ نے "عبہرالعاشقین" میں مقام معرفت کے عالم تحیر کی کیفیات بیان کی ہیں کہ جب انسان اوصاف مخلوق سے حالت تقدیس میں پہنچتا ہے تو اسے وحدت یا محل اتحاد میسر آجاتا ہے۔ ایسے موقعہ پر وہ شطحیات بولتا ہے اور ایسے ہی موقعہ پر وہ حدیث سبحانی (**سُبْحَانِی مَااَعْظَمَ شَانِی**) اور **لَیْسَ فِی جُبَّتِی غیراللہ** (اس

لباس کے اندر اللہ کے سوا کوئی نہیں۔ اور سِرّ **اناَالحقّ** زبان پر وارد ہوتا ہے)(۸۲)۔

اسی مسئلہ پر فریدالدّین عطار رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ شبلی رحمتہ اللہ علیہ نے کہا میں نے وہ (قتل حلاج کی) رات اس کی قبر پر گزاری تمام رات میں نوافل پڑھتا رہا۔ جب صبح ہوئی تو بدرگاہ ایزد تعالیٰ میں نے مناجات پڑھی اور عرض کی کہ یااللہ یہ ایک مومن بندہ تھا' عارف' مؤحد اور محِب تھا اس پر یہ مصیبت کیونکر وارد کی گئی؟۔ اس کے بعد انھیں نیند طاری ہو گئی اور خواب میں دیکھا کہ قیامت برپا ہے اور حق تعالیٰ سے فرمان جاری تھا کہ یہ اسی لئے ہوا کہ وہ ہمارا راز غیر پر ظاہر کر رہا تھا۔ پھر شبلی رحمتہ اللہ علیہ کو خواب میں حلاج نے بتایا کہ انھیں رب کریم نے مقامِ صِدق عطا کر دیا ہے۔ اسی ضمن میں شبلی رحمتہ اللہ علیہ نے اظہار کیا کہ جب حُسین حَلاج کو سولی پر لٹکایا جا رہا تھا۔تو اِبلیس آیا اور حَلاج سے کہا کہ ایک بات تُو نے کہی اور ایک مَیں نے کہی۔ تو نے "**اناَالحق**" کہا اور میں نے "**اَناخیر**" (میں بَرتَر ہوں) اس پر میں ملعون قرار پایا گیا۔ اور تجھے مقامِ صِدق ملا ہے آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ حلاج نے جواب دیا کہ تونے "انا" اپنی ذات کے لئے کہا اور میں نے (انا کو) اپنے سے دور کر دیا تھا' اسی فرق کی بنا پر مَیں رحمت میں قرار پایا اور تو لعنت میں۔ پس جاننا چاہئے کہ ذاتی انانیت کی مَیں مَیں کرنا اچھا نہیں اور اسے اپنے سے دور کر دینا انتہائی بہتر ہے۔(۸۳)

حَلاج خود اپنے کلام میں سِرّ **اناَالحقّ** کے بارے میں بتاتے ہوئے کہتے ہیں:

چُو خواندی "نکتہ الحقّ عریان   چوکرم پیلہ گرد خویش کم تن(۸۴)

جب تو نے **اناالحق** کا (نازک) نکتہ ظاہر کر دیا تو گویا ابریشم کے کیڑے کی مانند اپنے گرد تانا بنتا جا۔

وہ کہتے ہیں کہ محبوبِ حقیقی نے خودہی تو سِرّعشق ظاہر کرنے کیلئے حکم دیا تھا۔

بَرزبان نُطق مُہر خَامُشی. پس چوُن زنم
چوُن توکشفِ سِرّ عِشق ازمَن تقاضا کردہٗ
(۸۵)

حلاج کی شخصیت اور زُھد

فریدالدّین عطار رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حلاج انتہائی سوز اور شوق کے عالم میں رہتے تھے اور شدتِ فراق کے باعث مَست اور بے قرار رہتے تھے۔ وہ زمانے میں دیوانہ وار تھے۔ وہ ایک پاکباز اور عاشق صادق تھے۔ بہت محنت اور ریاضت کیا کرتے تھے۔ ان کی عبادت و ریاضت بڑے عالی مرتبہ کی اور قابل بیان ہوا کرتی تھی۔ ان کی تصانیف بھی بکثرت ہیں۔ ان کی تصانیف بڑے مشکل عبارات اور مغلق کلمات کے ساتھ اسرار و معارف سے مملو ہیں۔ پھر ان میں ایسی فصاحت و بلاغت بھی ہے جو کسی کے کلام میں نہ ملے۔ ان کی فراست اور گہرائی بھی بے مثال تھی۔ ان کی زندگی مصائب میں رہی جس کے باعث اکثر مشائخ ان کے تعلق سے پرہیز کرتے تھے اور کہتے تھے کہ انہیں تصوف سے علاقہ نہیں۔ البتہ ابن عطاء رحمتہ اللہ علیہ' عبداللہ خفیف رحمتہ اللہ علیہ' شبلی رحمتہ اللہ علیہ' اور ابوالقاسم نصر آبادی رحمتہ اللہ علیہ' اور جملہ صوفیائے متاخرین نے انہیں قبول کیا ہے۔ شیخ ابوسعید ابوالخیر رحمتہ اللہ علیہ' شیخ ابوالقاسم گرگانی رحمتہ اللہ علیہ' شیخ ابوعلیؒ فارمدی رحمتہ اللہ علیہ' اور امام یوسف ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ' ان کے محرم راز رہے۔ کچھ صوفیاء ان کے امور میں خاموش رہے جیسے استاد اُبوالقاسم قشیری رحمتہ اللہ علیہ۔(۸۶)

وہ خلق خدا کو خدا سے آشنا کرنے کے لئے بصرہ' اہواز' ہندوستان' خراسان' ماوراء النہر' ماچین (عظیم ترچین جو کاشغر اور ختن تک پھیلا ہوا تھا) تک دورے کئے۔ زیارتِ حرمین شریفین' مکّہ و مدینہ گئے۔ انہیں ہند کے مکتوبات میں "ابو المغیث" چین کے خطوط میں ابو المعین خراسان کے نامہ و پیام میں "ابو الممیز" کے خطابات والقابات سے یاد کیا جاتا تھا۔ فارس کے خطوں میں 'ابوعبداللہ' زاہد' اور خوزستان میں "حلاج الاسرار" کے نام سے یاد کئے جاتے تھے۔ بصرہ میں انہیں مخبر کہا جاتا اور اس طرح ان کے بارے میں کئی قول بھی مشہور ہوئے۔ دوسال تک مکّہ میں 'مجاورِ حرم' رہے جب وہاں سے واپس ہوئے تو ان کی کیفیت بدلی ہوئی تھی اور لوگوں کو ایسے معانی اور حقائق بتانے لگے جو ان کی سمجھ سے باہر ہوتے۔ کہتے ہیں کہ وہ دن رات میں چار سو

رکعت نماز نوافل ادا کیا کرتے تھے اور اپنے لئے فرض قرار دیتے تھے۔ اس بارے میں ان سے پوچھا جاتا کہ اتنی تکلیف اور ریاضت کیوں ہے؟ تو کہتے کہ دوستوں کے بارے میں رنج اور راحت یکساں ہیں کیوں کہ دوست فانی صفت ہیں ان میں رنج اور راحت کسی کا اثر نہیں ہوتا۔(۸۷)

ایک روایت کے مطابق وہ دن رات میں ہزار رکعت نوافل ادا کر لیا کرتے تھے جب ان سے پوچھا گیا کہ جب خود حق ہو تو پھر یہ نماز کس کے لئے ادا کرتے ہو' جواب دیا کہ "نَادَانیم قَدرِنا" یعنی ہم اپنی قدر سے خوب واقف ہیں۔(۸۸)

ڈاکٹر ذکی مبارک لکھتے ہیں کہ حلاج فِطرتاً" شیعہ تھے۔ حقیقتِ مُحمّدیہ کی بجائے حقیقتِ علویہ پر اعتقاد رکھتے تھے۔ وہ خُدا کی مشیّت کے ساتھ کامل طور پر متحد ہو جانے پر قائل تھے جیسے وہ اِصطلاحاً" "عَین الجمع" کہتے تھے۔ حلاج کے مرید قائل تھے کہ وہ بھی مسیح علیہ السلام کی طرح مصلوب نہیں ہوئے۔ حلاج نے عربی شعر میں کہا:

"اے محبوب! تیری رُوح میری روح میں اِسی طرح ملا دی گئی ہے جس طرح شراب صاف پانی میں مِلا دی جاتی ہے۔ پس جب کوئی شے تجھے مَس کرتی ہے تو گویا مجھے مَس کرتی (چھُولیتی) ہے۔ پس ہر حال میں تو مَیں ہے"۔

وہ اس شعر کے مطابق انہیں نظریہ حلول یا نظریہ وحدت الوجود کا قائل گردانتا ہے۔(۸۹)

ابنِ اثیر کے مطابق ۳۱۲ھ میں بھی زنادقہ کی کتابیں بتعداد ۲۰۴ جلائی گئیں ان میں حلاج کی تصنیفات بھی تھیں۔ حلاج کے خادم شاکر نامی پر قرملی ہونے کی تہمت لگی ہوئی تھی۔

پروفیسر لوئی ماسینیون نے "اخبار الحلاج" کو ایڈٹ کر کے ۱۹۳۶ء میں پیرس سے شائع کیا تھا' جس میں حلاج کی سیرت سے متعلق جو حکایات اور روایات جمع کی گئی ہیں ان میں سے چند روایات و حکایات ذیل میں درج کی جاتی ہیں 'جن کا خلاصہ لکھا جاتا ہے)۔

(الف) ابراہیم ابن فاتک کا بیان ہے کہ جب حسین بن منصور کو مصلوب کرنے

کے لئے لایا گیا اور جب اس نے صَلیب اور میخوں کو دیکھا تو اس شدت کے ساتھ ہنسا کہ اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ پھر اس نے مجمع کی طرف نگاہ ڈالی تو شبلی رحمتہ اللہ علیہ کو دیکھ کر ان سے سجّادہ طلب کیا جس پر کھڑے ہو کر دو رکعت نماز پڑھی۔ پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد یہ آیت پڑھی **وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ** الخ (۲:۱۵۵' ۱۵۶) یعنی ہم ضرور کسی قدر ڈر اور بھوک اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کے نقصان سے تمہارا امتحان کریں گے اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دو جنہیں جب کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں ہم اللہ کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں"
اس کے بعد دوسری رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد یہ آیت پڑھی "**كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ**" الخ (۳: ۱۸۵) یعنی "ہر ایک شخص موت کو چکھنے والا ہے اور تم کو قیامت کے دن تمہارے پورے اجر دیئے جائیں گے۔ پس جو آگ سے دور رکھا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا وہ ضرور اپنی مُراد کو پا گیا اور دنیا کی زندگی تو نِری دھوکے کی پُونجی ہے۔"
جب حلاج نماز سے فارغ ہوئے تو دعا مانگی کہ "اے اللہ! میں تیری مِنّت کرتا ہوں کہ تو مجھے اس فضل و کرم کا شکر ادا کرنے کی توفیق عنایت فرما جو تو نے میرے حال زار پر کیا ہے اور وہ کرم یہ ہے کہ تو نے مجھے اپنے تابناک چہرے کی وہ تجلّی دکھائی ہے جسے تو نے دوسروں پر ظاہر نہیں کیا۔ اے اللہ! یہ تیرے بندے ہیں جو مجھے تیرے دین کی حمایت میں قتل کرنے آئے ہیں اور مجھے قتل کرکے تیری خوشنودی حاصل کرنی چاہتے ہیں' تو ان کو معاف کر دے اور ان پر رحم کر" **فَانَّكَ لَوْ كشفت لهم مَا كَشَفْتَ لِي لَمَا فَعلوا مَا فَعلوا وَلوسَترت عنی مَا سترت عنهُم لَمَا ابتليت بِما ابتليت فلك الحَمْدُ فِيما تَفْعَلُ وَلكَ الحَمْدُ فِيما تريد**۔ کیونکہ اگر تُو ان پر وہ (حقیقت) ظاہر کر دیتا جو تو نے مجھ پر ظاہر کی ہے تو یہ لوگ وہ کام نہ کرتے جو کریں گے اور اگر تو مجھ سے وہ پوشیدہ رکھتا جو بات ان سے پوشیدہ رکھی ہے تو میں اس بلا (آزمائش) میں مبتلا نہ ہوتا۔ پس تیرے لئے حمد ہے جو تو کرتا ہے اور تیرے لئے حمد ہے جو تو ارادہ کرتا ہے۔
(ب) ابراہیم بن فاتک کہتے ہیں کہ میں ایک دن حلاج کے گھر میں داخل ہوا تو دیکھا کہ وہ سر کے بل کھڑا ہے اور خدا سے کہہ رہا ہے' "اے وہ ذات جو پیوست ہے

میرے دل میں قرب کے لحاظ سے' اور دور ہے مجھ سے جیسے دور ہونا قدیم کا حادث سے ہے بلحاظ غیبوبت کے تو منکشف ہوتا ہے مجھ پر یہاں تک کہ میں تجھے **الکُل** سمجھنے لگتا ہوں اور تو دور کیا جاتا ہے مجھ سے یہاں تک کہ میں تیری نفی کرنے لگتا ہوں' تو اس صورت میں نہ تیرا بعد باقی رہتا ہے اور نہ تیرا قرب نفع دیتا ہے اور نہ تیری حرب مجھے نفع دیتی ہے اور نہ تیری صلح مجھے ایمن کرتی ہے" پھر مجھ سے مخاطب ہو کر کہا "بے خوف اندر آجاؤ"۔ میں اس کے سامنے جا کر بیٹھ گیا اس وقت اس کی آنکھیں انگارے کی مانند دھک رہی تھیں' سیدھا بیٹھ گیا اور مجھ سے کہنے لگا' "اے بیٹے! بعض لوگ گواہی دیتے ہیں کہ میں ولی اللہ ہوں۔ اور بعض لوگ گواہی دیتے ہیں کہ میں کافر ہوں۔ جو لوگ مجھے کافر کہتے ہیں وہ لوگ مجھے اور خدا کو ان لوگوں سے عزیز تر ہیں جو مجھے ولی کہتے ہیں۔" پھر کہا "اس لئے کہ جو لوگ مجھے ولی سمجھتے ہیں وہ میرے متعلق حسن ظن رکھتے ہیں لیکن جو مجھے کافر سمجھتے ہیں وہ تعصب دینی کی بناء پر ایسا سمجھتے ہیں اور جس نے دین میں تعصّب کیا وہ اللہ کے نزدیک اس سے بہتر ہے جس نے کسی کے متعلق حُسنِ ظَن سے کام لیا۔ اور اے ابراہیم! تیرا کیا حال ہوگا جو تو مجھے مَصلُوب ہوتے' قتل ہوتے اور آگ میں جلائے جاتے دیکھے گا؟ بیشک وہ دن میری تمام عمر کے ایام میں اسعد ہوگا۔"

(ج) احمد بن ابی الفتح بن عاصم البغیاوی نے کہا کہ "میں نے حلاج کو اپنے شاگردوں کو یہ لکھواتے سنا کہ بیشک اللہ ذات واحد ہے' قائم بِنفسِہٖ ہے' اپنے قدم کی وجہ سے اپنے ماسوا سے متوحد ہے' کوئی شے اس سے ممازج (گھل مل کر ایک) نہیں ہو سکتی۔ اور غیر اس سے مخالط (شیر و شکر) نہیں ہو سکتا۔ مکان اس کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ اور زمان اس کا ادراک نہیں کر سکتا۔ فکر انسانی اس کا ادراک نہیں کر سکتی اور تصوّرِ انسانی اس کی صُورت نہیں بنا سکتا اور نگاہ اسے دیکھ نہیں سکتی اور خطرہ اس کا خیال نہیں کر سکتا"۔

(د) ابواسحاق ابراہیم بن عبدالکریم حلوانی نے کہا کہ میں نے دس سال تک حلاج کی خدمت کی اور لوگوں کے مقابلے میں اس سے بہت زیادہ قریب رہا۔ ایک دن میں نے

سوچا کہ بعض لوگ اسے زندیق کہتے ہیں تو اس کا امتحان کر لوں۔ میں نے پوچھا یا شیخ! میں چاہتا ہوں کہ باطنی مذہب کا کچھ علم حاصل کروں (یعنی مذہب الباطن کا) اس نے پوچھا تم باطل کے باطن سے یا حق کے باطن سے آگاہ ہونا چاہتے ہو۔ پھر کہا حق کا باطن یہ ہے کہ اس کا ظاہر شریعت ہے اور جو شخص اتباع شریعت کرے گا اس پر حق کا باطن خود بخود منکشف ہو جائے گا اور حق کا باطن المعرفتہ باللہ ہے۔ اب رہا باطن الباطل تو باطل کا باطن اس کے ظاہر سے اقبح ہے اور اس کا ظاہر اس کے باطن سے اشنع ہے پس تو اس میں مشغول نہ ہونا اور میرا حال یہ ہے کہ میں نے کبھی فرض نماز نہیں پڑھی جب تک وضو سے پہلے غسل نہ کیا ہو۔ اب میں ستر سالہ ہوں اور میں نے پچاس سال میں دو سو سال کی نمازیں پڑھ لی ہیں۔

(ہ) ابوالحسن حلوانی نے کہا میں نے دیکھا کہ حلاج بیڑیاں پہنے ہوئے اکڑتا ہوا سولی کی طرف آ رہا تھا اور یہ شعر پڑھ رہا تھا:

"میرا دوست مطلقاً ظلم کی طرف منسوب نہیں ہے' مجھے بلایا اور مجھے خوش آمدید کہا جیسے میزبان مہمان کو خوش آمدید کہتا ہے۔ جب جام شراب گردش میں آیا تو اس نے تلوار اور نطع منگایا۔ یہ نتیجہ ہوتا ہے اس شخص کا جو موسم بہار میں اژدھے کے ساتھ شراب پیتا ہے۔"

(و) شبلی رحمتہ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جب حلاج کے ہاتھ پاؤں کاٹے گئے تو میں اسے دیکھنے گیا وہ اس وقت صلیب پر لٹک رہا تھا میں نے اس سے پوچھا "تصوف کیا ہے؟" اس نے جواب دیا "جو کچھ تو دیکھ رہا ہے یہ اس کا زیریں مرتبہ ہے" میں نے پوچھا اس کا اعلیٰ مرتبہ کیا ہے؟ جواب دیا "تو اسے سمجھ نہیں سکتا مگر کل یہاں آکر دیکھ لینا جو میں نے دیکھا ہے وہ تیری نگاہ سے غائب ہے۔" دوسری صبح اسے صلیب سے اتارا گیا اور جائے قتل کی طرف لے جایا گیا اس وقت اس نے با آواز بلند کہا "**حسب الواحد افراد الواحد لہ**" پانے والے کے لئے یہ بالکل کافی ہے کہ الواحد اس کے لئے تنہا رہ جائے اور اس کے بعد یہ آیت پڑھی:

"**یَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا وَيَعْلَمُوْنَ**

اَنَّهَا الْحَقُّ" (۱۸:۴۲)

(جو لوگ اس کا یقین نہیں رکھتے ہیں اس کی جلدی کرتے ہیں اور جو یقین رکھتے ہیں وہ اس سے ڈرتے ہیں اور اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ برحق ہے)۔

یہ آخری بات تھی جو اس کے منہ سے سنی گئی' اس کے بعد اس کی گردن ماری گئی۔ پھر اس کی نعش کو ٹاٹ میں لپیٹا گیا۔ اس پر نفت (پٹرول) ڈالا گیا' اسے جلایا گیا' پھر اس کی راکھ ایک مینار پر چڑھ کر ہوا میں اڑا دی گئی۔

(ز) احمد بن ناتک نے کہا کہ حلاج نے مجھ سے کہا کہ:

"جس نے یہ گمان کیا کہ الوہیت بشریت کے ساتھ یا بشریت الوہیت کے ساتھ ممزوج ہو سکتی ہے تو اس نے کلمہء کفر کہا' کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور صفات کے اعتبار سے خلق کی ذوات اور صفات سے منفرد ہے' کسی وجہ سے بھی اللہ تعالیٰ کی ذات اور خلق کی ذوات میں مشابہت نہیں ہے۔ اور قدیم اور محدث میں مشابہت ہو بھی کیسے؟ اور جس نے یہ غلط خیال کیا کہ باری تعالیٰ کسی مکان میں ہے یا کسی مکان سے متصل ہے یا کسی مکان کے اوپر ہے یا کسی ضمیر (قلب) میں متصور ہو سکتا ہے یا اوہام میں متخیل ہو سکتا ہے یا کسی نعت یا صفت کے تحت داخل ہو سکتا ہے تو وہ مشرک ہے۔"

(ح) احمد بن ناتک نے کہا کہ جب حلاج کے ہاتھ پاؤں کاٹے گئے تو اس نے کہا:

"اے خدا میں دار الرغائب (پسندیدہ مقام) میں رہا تاکہ عجائبات دیکھوں۔ اے اللہ تو اس سے بھی محبت کرتا ہے جو تجھے ایذا دیتا ہے تو اس سے کیسے محبت نہ کرے گا جسے تیری وجہ سے ایذا دی گئی"۔

(ط) ابونصر احمد بن سعید الاسبنجانی نے کہا کہ میں نے حلاج کو یہ کہتے سنا کہ:

"فوق اللہ تعالیٰ پر سایہ نہیں کرتا اور تحت اسے سہارا نہیں دے سکتا' حد اس کے مقابل نہیں' عند اس کا مزاحم نہیں' خلف (پس) اسے اخذ نہیں کر سکتا۔ امام (پیش) اسے محدود نہیں کر سکتا' قبل اسے مدد نہیں دے سکتا' بعد اسے فوت نہیں کر سکتا' کل اسے جمع نہیں کر سکتا' کان اسے پا نہیں سکتا' لیس اسے گم نہیں کر سکتا' اس کا وصف

یہی ہے کہ اس کا وصف بیان نہیں ہو سکتا' اس کے فعل کی کوئی علت نہیں' وہ خلق کے احوال سے منزہ ہے' خلق اس سے پیوست نہیں ہو سکتی' اس کے فعل میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈال سکتا' وہ مخلوقات سے اپنے قدم کے اعتبار سے جدا ہے اور مخلوقات اپنے حدوث کے اعتبار سے اس سے جدا ہیں ...... وہی اول ہے وہی آخر ہے وہی ظاہر ہے وہی باطن ہے۔ اس کی مثل کوئی شے نہیں"۔

(ی) ایک دن شبلی رحمتہ اللہ علیہ' حلاج کے پاس گئے اور کہا "یا شیخ! اللہ تعالیٰ کی طرف جانے کا راستہ کیسا ہے" (اس کی کیفیت کیا ہے؟) جواب دیا "یہ راستہ دو قدموں کا ہے تم صرف دو قدم چل کر اُس تک پہنچ سکتے ہو۔ پہلا قدم یہ ہے کہ دنیا کو اس کے عاشقوں کے منہ پر مار دو (دنیا سے قطع نظر کر لو) اور دوسرا قدم یہ ہے کہ آخرت کو اس کے چاہنے والوں کے حوالے کر دو (آخرت سے بے نیاز ہو جاؤ)"۔(۹۰)

ذرا مختلف الفاظ کے ساتھ مگر انہیں معانی میں فریدالدّین عطار رحمتہ اللہ علیہ بھی یہ روایت بیان کر چکے ہیں۔

ڈاکٹر سلیم اختر لکھتے ہیں کہ جملہ مشائخ میں سوا چند کے کوئی اُن کے کمالِ فضل' صفائے حال' کثرتِ اجتہاد اور ریاضت کا منکر نہیں ہے ان کے ذکر کا اس کتاب میں اثبات نہ کرنا بے امانتی ہوگی۔ کیا نہیں دیکھتے کہ شبلی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:

"مَیں اور حلاج ایک ہی چیز ہیں۔ میرے جنوں نے مجھے مخلصی دِلا دی اور اس کے عقل نے اُسے ہلاک کر ڈالا"۔ اگر وہ دین میں مطعون ہوتے تو شبلی رحمتہ اللہ علیہ یہ نہ کہتے کہ مَیں اور حلاج ایک ہی چیز ہیں۔ اسی طرح محمدّ بن خفیف رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ "وہ عالمِ ربّانی ہیں"۔

وہ مزید لکھتے ہیں کہ منصُور بن حلاّج جب تک رہے لباسِ صلاح میں رہے' وہ نماز کے پابند' ذکر و مناجات بسیار کرنے والے' پیوستہ روزے رکھنے والے' تحمید میں مہذب' اور توحید میں لطیف نکات بیان کرنے والے تھے اگر ان کے افعال سحر ہوتے تو یہ سب کچھ ان سے سرزد ہونا محال ہوتا پس درست ہوا کہ صاحبِ کرامت تھے اور کرامات سوائے ولی کے ظاہر نہیں ہو سکتیں"۔(۹۱)

حضرت سلطان العارفین سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ جو گیارھویں صدی ہجری کے صُوفیاء میں سے ہیں' منصُور حلاج رحمتہ اللہ علیہ کو اسرارِ کُل کا واقف گردانتے ہیں اور ان کے ساتھ اس دنیا میں جو کچھ گزری اسے منزلِ عشق کی آزمائشیں قرار دیتے ہیں:

عاشق ہوویں تے عِشق کماویں دِل رکھیں وانگ پہاڑاں ھُو
لکھ لکھ بدیاں تے ہزار الاہبے کر جانیں باغ بہاراں ھُو
منصُور جیہے چا سُولی دِتے جیہڑے واقف کُل اِسراراں ھُو
سجدیوں سر نہ چایئے باھُو توڑیں کافر کہن ہزاراں ھُو

(اے درویش! اگر تُو) عاشق (ذات) ہونا اور عشق (ذات) کمانا چاہتا ہے (تو تجھے) پہاڑوں کی طرح (قوی' مضبوط اور غیر متزلزل) دِل رکھنا ہوگا۔

(راہِ عشق میں) لاکھوں دُشمنیاں اور ہزاروں طعنے باغ و بہاراں کی طرح (فرحت آور) سمجھنے ہوں گے۔

(راہِ عشق میں حضرت حلاّج) منصُور جیسے جو کہ (معرفتِ ذات کے) اَسرارِ کُل کے واقف تھے انہیں سُولی پر چڑھا دیا گیا۔

اے باھُو (سچے عاشقِ ذات کو) سجدۂ (ذات) سے سَر ہرگز نہیں اُٹھانا چاہئے خواہ انہیں ہزاروں (مخلوق) کافر ہی (کیوں نہ) کہیں۔(۹۲)

حضرت سُلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ راہِ عشق میں منصُور حلاج کی قربانیوں اور جفاکشی کو پیروی کے لئے باعثِ افتخار قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں:

بازی عِشق میبازم دِل و جان را فِدا سازم
بدم منصُور می نازم یقین خود را فِدا سازم

مَیں عِشق کا کھیل کھیل رہا ہوں' دل و جان قربان کر رہا ہوں' منصُور کی طرح (دل و جان قربان کرنے پر) فخر کرتا ہوں' یقیناً خود کو قربان کر رہا ہوں(۹۳)۔

ان تلمیحات و اشارات سے واضح پتہ چلتا ہے کہ زمانۂ آخر کے عظیم صوفی سُلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کی نگاہِ عارفانہ میں منصُور حلاج کا کیا مقام تھا۔ وہ انہیں

عاشقِ صادق اور فدائے عِشقِ حقیقی قرار دیتے ہیں۔

اسی دور آخرین کے برِصغیر پاکستان و ہند کے صوفی شعراء رحمٰن بابا، شاہ لطیف، بچل سرمست، خواجہ غُلام فرید (رحمتہ اللہ علیہم اجمعین)، اور پھر ان سے فیض یاب دیگر صوفی شعراء نے منصُور حلاج کو ہمیشہ اپنے کلام میں عاشقِ حقیقی اور قربانی و صداقت کا ایک نمونہ قرار دیا ہے۔ بچل سرمت رحمتہ اللہ علیہ جو بارھویں صدی ہجری کے سندھ میں پُرگو اور ہفت زبان شاعر اور عارف تھے، کہتے ہیں:

سُنّو منصُور دی سِرّی، نہ سُولی توں کڈاں ڈرسی
برہ دی بُوند سر برسی، جسم کوں تھیاں فنا فانی
اناالحقّ دا ماریس نعرہ، تھیا ہِس جسم سو پارہ
پڑھیس اسرارِ حقّ سارا، کیس رجند جان قربانی

منصُور کی کہانی یہ ہے کہ وہ سُولی سے کبھی نہیں ڈرتا۔ سوز و فراق کا مینہ ہمارے سروں پر برستا ہے اور جسم فنا ہو گیا ہے۔

اناالحق کا نعرہ لگایا، اور اپنا جسم پارہ پارہ کرا لیا۔ اس نے حقّ کے اسرار سے آگاہی حاصل کر لی، اور جان قربان کر دی۔(۹۴)

واقفِ رموزِ شرق و غرب علامہ محمد اقبال رحمتہ اللہ علیہ جن کی ژرف نِگاہی تمام عالمِ اسلام میں بیداری اور تحرّک کا باعث ہے، منصُور حلاج کے کردار و شخصیت سے استفادہ کے لئے توجہ دلاتے ہیں:

بجامِ نَو کہن مَی از سَبُو ریز — فروغِ خویش را بَر کاخ و کُو ریز
اگر خواہی ثمر از شاخِ منصُور — بہ دِل **لَا غالِب اِلَّا اللّٰہ** فروریز

(۹۵)

جامِ نو میں پُرانی شراب (معرفت انڈیل لے)، (اپنی قدیم) ملّی روشنی کو ہر محل اور محلّہ میں بکھیر دے تو اگر (شجر د شخصیت) منصُور کی شاخ سے بہرہ ور ہونا چاہتا ہے تو (اس کے طریق پر عمل کرتے ہوئے) دل پر "سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی غالب نہیں" (کا یقین) قائم کر لے۔

حلاج کی کرامات

فریدالدّین عطار رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حُسین منصُور اسی وجہ سے حلّاج کہلائے کہ ایک بار وہ کپاس کے ایک انبار سے گُزرے، اُس پر اشارہ کیا، تو کپاس سے اس کا تُخم (بنولہ) فوراً" ہی جُدا ہو کر الگ ہو گیا۔ لوگ یہ کرامت دیکھ کر حیران ہو گئے۔(۹۶)

وہ مزید لکھتے ہیں کہ ایک رات قیدخانہ میں تین سو آدمی قید تھے، جن کے ساتھ حلاج بھی قید تھے، انہیں فرمایا کہ اے زندانیو! تم چاہو تو آزاد کر دوں؟ انہوں نے کہا کہ تم تو خود قید میں ہو، بھلا ہمیں کیسے آزاد کرو گے؟ جواب دیا کہ میں خود تو پاسِ شریعت کے باعث موجود رہوں گا اور تم سب نکل جاؤ! یہ کہا اور قید خانہ کی دیواروں سے کھڑکیاں نمودار ہو گئیں اور وہ سب وہاں سے باہر نکل گئے۔(۹۷)

ایک بار جُنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے کہا "جلد لکڑی کے ٹکڑے کو سُرخ کرو گے" منصور حلاج نے فوراً" کہا "جس دن میں (سرچوب پارہ) سُرخ کروں گا اس روز تُو اہلِ ظاہر کا لباس پہنے گا" چنانچہ ایسے ہی ہُوا جب علماء نے حلاج کے قتل کا فتویٰ لکھا جنید رحمتہ اللہ علیہ جامہء تصوّف میں تھے۔ خلیفہ کا فرمان ہوا کہ یہ فتویٰ جُنید رحمتہ اللہ علیہ کی تحریر سے ہو۔ جُنید رحمتہ اللہ علیہ نے تصوّف کا لباس اتارا، دستار اور جبّہ پہنا، مدرسہ گئے اور فتویٰ لکھا "نحن نحکم بالظاہر" یعنی ظاہر حال کے مطابق وہ گردن زونی ہے، اور فتویٰ ظاہر پر ہے، باطن کا حال خُدا جانے۔(۹۸)

حلاج کبھی تو تَن تنہا رہتے اور کبھی ان کے ساتھ چار سو صوفیوں سے لے کر چار ہزار تک لوگ ان کے ہم سفر ہوا کرتے، اور ان کو کھلانا پلانا ان کے ذمہ ہوتا، جو محض کرامات سے فضلِ خُداوندی کی بنا پر سب انتظام کر لیا کرتے۔(۹۹)

شیخ علی ہجویری رحمتہ اللہ علیہ کتاب کشف المحجوب میں لکھتے ہیں کہ حلاج ساحر نہیں بلکہ صاحبِ کرامات تھے۔(۱۰۰)

ڈاکٹر سلیم اختر کتاب الطواسین سے حلّاج کی زبانی ایک اقتباس پیش کرتے ہیں:

"**اناالحقّ!**

اور یہ اِس لئے کہ میں نے حقّ سے مُنہ نہ موڑا
مجھے ہلاک کر دو
تختۂ دار پر لٹکا دو
میرے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دو
مَیں اپنے دعوٰی سے نہ منکر ہوں گا"۔(۱۰۱)

یہ کتنی بڑی کرامت ہے کہ اپنے مُستقبل میں گزرنے والے حالات کو بلا کم و کاست پہلے ہی لکھ دیا۔

ڈاکٹر نسرین اختر اپنے مقالہ میں لکھتی ہیں کہ حَلاّج صاحبِ سکر تھے، عشقِ الٰہی رگ و ریشہ میں رچا ہوا تھا۔ لوگوں کے دلوں کا حال بیان کر لیتے تھے۔(۱۰۲)

وحدتُ الوُجُود اور وحدتِ اَدیان

دُنیا پرستوں کا گروہ ہمیشہ دِین کو بھی مادی منفعت اور اقتدار و جاہ کے لئے استعمال کرتے چلے آئے ہیں۔ وہ خوب جانتے ہیں کہ دانا لوگوں کی آمد سے ان کی جاہلانہ حکمرانی اور منفعت اندوزی نہ چل سکے گی۔ یہی وجہ ہے کہ یہ گروہ ہمیشہ سے مذاہب و ادیان میں وحدت کے اظہار اور یگانگت کے اقرار سے وحشت کرنے لگتے ہیں۔ وہ ہمیشہ لوگوں میں اختلاف کی آگ بھڑکاتے رہتے ہیں، چنانچہ وہ ایسے پریشان کُن دنیا کے بازار میں اپنا فاسد مال خود ساختہ تبلیغ کی صورت میں جاہل عوام میں فروخت کرتے رہتے ہیں، اور عالم بشریت کو جہالت و گمراہی میں مبتلا کرتے رہتے ہیں۔

"حافظِ خراباتی" کے مصنّف علامہ رکن الدین ہمایوں فرخ کا اس ضمن میں بڑا محققانہ موقف ہے، وہ کہتے ہیں کہ دنیا میں اس خود پرست، دنیا طلب اور جاہ طلب گروہ کے ساتھ ساتھ انسان دوست، خیرخواہ اور دانا لوگوں کا گروہ بھی اپنی کاوشیں جاری رکھے رہتا ہے، تاکہ لوگوں کو حقیقت سے آگاہ رکھیں۔ وہ لوگوں کو عقاید و مذاہب و ادیان کی وحدت کی بنیاد پیش کرتے رہتے ہیں۔ انہیں داناؤں اور پیغام آوروں کے گروہ کو ہم "عارفین" کا نام دیتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو اقوامِ عالم کی گمراہی و تباہی اور ان کے ادیان و مذاہب میں اختلافات پر بے حد ملولِ خاطر ہوتے

ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ لوگ ان راستوں کی دشواریوں سے نکل کر وحدت کی بنیاد پر آجائیں۔(۱۰۳)

وحدت والُوہیّت کے عظیم مبلّغ اور صُوفیٔ باصفا سُلطان العارفین حضرت سُلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ اپنے سرائیکی کلام میں فرماتے ہیں:

وَحدت دے دَریا اُچھلے، ہِک دِل صَحی نہ کِیتی ھُو
ہِک بُت خانے وَاصِل تھیّے، ہِک پڑھ پڑھ رہے مَسیتی ھُو
فَاضِل چھَڈ فَضیلت بیٹھے، عِشق بازی جَاں لِیتی ھُو
ہَرگز ربّ نہ مِلدا باھُو، جِنہاں تَرُٹّی چوڑ نہ کِیتی ھُو

- (اے درویش) دریائے وحدت (تو) موجزن ہے۔ ایک (ترے) دِل نے (ہی) عِرفان (حاصل) نہ کیا۔

ایک (تو ایسے عارفانِ ذات ہیں جنہیں آنحضورﷺ کی حضُوری حاصل ہے) (وہ) تو بُت خانہ (میں رہ کر) بھی واصِلِ (ذات) ہو گئے۔ اور ایک (ایسے بے معرفت بھی ہیں، جنہیں آنحضورﷺ کی حضُوری حاصِل نہیں) وہ مَساجد میں پڑھتے پڑھتے (بھی محروم) رہ گئے۔ جب کسی (خوش نصیب کی زندگی کے قمار کی) بازی (عشقِ ذات) جیت لیتا ہے تو (ایسی حالت میں کئی) فاضل (عِلمِ ظاہری کی) فضیلت ترک کرکے (محوِ عشقِ ذات ہو جاتے ہیں)۔ اے باھُو! (وِصالِ حقّ کے لئے متاعِ دارین کا قربان کر دینا لازم ہے اس لئے) جنہوں نے اپنا سب کچھ (راہِ حقّ میں قُربان د) بَرباد نہ کر دیا انہیں ہرگز (دیدار) ربّ تعالیٰ حاصل نہیں ہوتا۔(۱۰۴)

مردانِ عارفین نے جس راستہ کو اختیار کیا ہوتا ہے، یہی دراصل فلسفۂ وحدتِ وجود ہے، کیونکہ ان کے فلسفۂ وحدتِ وجود کا مقصود دراصل وحدتِ ادیان ہی ہے۔ وحدتِ وجود میں تمام انسان خُشک اور دُوگانگی کے تعصّبات سے باہر نکالے جاتے ہیں۔ صلح، سلامتی اور یگانگت کی زندگی گزارنا مقصود ہوتا ہے۔ اس فلسفہ کی رو سے خداتعالیٰ کے تمام انبیاء کو واحد اور اس کے تمام انبیاء کو نُور واحد قرار دیا جاتا ہے۔ تمام ادیان کو اس نور کی شعاعیں سمجھا جاتا ہے، جو عالم انسانیت میں جاہلوں اور نادانوں

پر انعکاس کرتے ہیں۔ اسی راستہ وحدت الوجود کے خلاف ہی دُنیا پرستوں کا گروہ اپنی شخصی منفعت اور مادی جاہ و جلال کے قیام کے لئے جھگڑتے اور لڑتے رہتے ہیں۔ حتیٰ کہ اس فلسفہ کے رہروانِ عارفین کو طرح طرح کے اِفتراء اور تہمتوں کے الزامات مُرتّب کرکے راہِ حق سے لوگوں کو دور تر لے جانے میں مشغول رہتے ہیں۔ اس طریقہ کے پیشواؤں اور رہنماؤں کو یہ گروہ ہمیشہ قتل کرتا چلا آ رہا ہے۔ حُسین بن منصُور حلّاج کا قتل بھی ایسے ہی دُنیا و جاہ طلب گروہ کے ہاتھوں ہوا ہے' جو لوگوں میں وحدت کی تعلیم کو اپنی دُنیوی منفعت کی راہ میں رکاوٹ سمجھتے تھے۔(۱۰۵)

سِرِّ **اناالحق** کی توضیح میں حافَظ شیرازی کہتے ہیں:

رموزِ سِرِّ **اناالحق** چہ دَاند آن غافل — کہ مُنجذب نَشُد از جذبہ ہائی سُبحانی
(۱۰۶)

وہ غافل انسان **اناالحق** کے راز کو کیا جان سکتا ہے' جو کبھی محوّیت حق سُبحانہٗ تعالیٰ میں مجذوبیت حاصل نہ کر سکا۔

دراصل نِدای سِرِّ **اناالحق** حلّاج کے عقیدۂ وحدتِ وجود پر مبنی تھا۔ یہی وجہ ہے کہ بعد میں طریقتِ ملامتیہ کے تمام بزرگوں نے اسی عقیدہ و نظریہ کو اپنے کلام میں ظاہر کیا جس کی بہترین و مُستنَد ترین توجیہ طریقتِ ملامتیہ کے بزرگوں میں سے اور عارفین میں سے شیخ کبیر مُحیّ الدّین ابنِ عربی کی دی جا سکتی ہے۔ پروفیسر اے جے آربری (A.J.ARBERRY) اور روسی مستشرق ایلیا پاولیچ پطر وشفسکی اور رنولڈ نیکلسن بھی سِرِّ **اناالحق** میں اسی نتیجہ پر نظر آتے ہیں کہ حلّاج وحدتِ وجود کا نظریہ پیش کرتے رہے تھے۔ گویا منصُور حلّاج کے سِرِّ **اناالحق** کے مقصود وحدتِ وجود کو ہم ان الفاظ میں پیش کر سکتے ہیں کہ:

تمام اشیاء کا اصل وجود خُدا ہے۔ اس کے بغیر کوئی چیز وجود نہیں رکھتی۔ تمام اشیاء ماہیّت اور جوہر کے لحاظ سے ایک ہیں۔ اس لئے کائنات کا ہر جزو تمام کائنات کا حکم رکھتا ہے۔ حقیقتِ واقع وحدت کُل ہے اور ذات خداوندی پر محیط ہے۔ ظاہری جسم اس جہان میں جو رہتا ہے' حقیقت میں وہم اور باطل گمان سے زیادہ نہیں۔ جو ہر

انسانی واحد ہے' اگرچہ افراد کے وجود میں کثرت سے معلوم ہوتا ہے۔ جملہ اشیاء اور پوری کائنات کا بھی انسانی ارواح کی طرح آغاز اللہ جلشانہ' سے ہے۔ اسی لئے الٰہی قوت تمام کائنات میں پھیلی ہوئی ہے۔(۱۰۷)

ہمایوں فرخ مزید لکھتے ہیں کہ وحدت خدا و کائنات کے افکار کے بارے میں مجموعی طور پر ابن العربی کے وحدت وجودی کے ضمن میں مختصراً" یہ بیان ہوتا ہے کہ "ہستی آفریدگان عین ہستی آفریدگار است"۔(۱۰۸)

یعنی مخلوقات کا وجود عین خالق کا وجود ہے۔ لوئی ماسینیون بھی ابن العربی کا فلسفہ کو EXISTENTIALIST MONISM یا عربی اصطلاح میں وحدت وجود یا "یکتائی ہستی" قرار دیتا ہے۔ البتہ ابن العربی کا کلمہ "وجود" سے مراد ظاہری و بناوٹی ہستی نہیں ہے' بلکہ اس سے مراد باطنی اور جوہری وجود ہے۔(۱۰۹)

ھمایوں فرخ اسی ضمن میں مزید لکھتے ہیں کہ ابوحامد غزالی رحمتہ اللہ علیہ ایک دوسری توجیہ پیش کرتے ہوئے ظاہر پرستوں سے عذر خواہی کرتے ہیں اور **اناالحق**' و **لیس فی حببتی الااللہ** اور **انامغرق قلم نوح و مہلک عاد ثمود** (میں ہی قوم نوح کو غرق کرنے والا اور میں عاد و ثمود کو ہلاک کرنے والا ہوں) کے کلمات جو حُسین بن منصور سے شطح کے طور پر مخصوص حال میں وارد ہوئے ان تمام کو فرطِ محبّت اور عشق حقیقی اور شدّت وَجدِ حال اور کمال استغراق جانتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ حُسَین بن منصور حلّاج وحدتِ وجود کے لحاظ سے اسی عقیدہ و فکر پر تھے جو ابن العربی نے اپنے کلام میں وحدتِ وجود کے بارے میں منعکس کیا ہے۔(۱۱۰)

ڈاکٹر رُکن الدّین ہمایوں فرخ اسی طریقتِ ملامتیہ کے بزرگوں میں بایزید بسطامی' خواجہ عبداللہ انصاری "پیرہری"' حمدون قصار' عبدالرّحمٰن سلمی' خیام نیشاپوری' حافظ شیرازی' فریدالدّین عطار' حکیم سَنائی غزنوی' شِبلی خُراسانی' شیخ ابُوسعید ابوالخیر' شیخ ابوالحسن خرقانی' مولانا جلال الدّین محمّد مولوی بلخی رُومی کو پوری شرح و دلائل کے ساتھ شمار کرتے ہیں۔ گویا طریقتِ ملامتیہ یا مذہبِ عشق کے بزرگان وحدتِ وجود اور وحدتِ ادیان کے قائل ہیں اور اُنہیں میں سے حُسَین بن منصُور حلّاج تھے۔(۱۱۱)

حلاج اور مکتبِ عشق

ڈاکٹر رُکن الدّین ہمایوں فرّخ لکھتے ہیں کہ حُسین بن منصور حلاج نیشاپوری (بیضاوی) بلاشبہ طریقتِ ملامتیہ کے بزرگ ترین مشائخ میں سے تھے۔ اُن کا گفتار و کردار ایران میں عرفان کی شہرت و اشاعت کا باعث ہوا۔(۱۱۲)

شیخ روز بہان بقلی رحمتہ اللہ علیہ جو بزرگان ملامتیہ میں سے تھے' فرماتے ہیں کہ جس طرح "منطق الطّیر" میں عطار رحمتہ اللہ علیہ نے پرندوں کی زبان میں دراصل عارفوں کی باتیں کی ہیں' اسی طرح حلاج کی زبان کو یہ تو ہو سکتا ہے کہ عام آدمی یا فقیہ اور غیر اصطلاحی افراد کے لئے کفر کا اظہار نظر آئے مگر اس نے تو بالکل ہی مختلف بات کہی ہوتی ہے۔

"عبہرالعاشقین" میں روزبہان بقلی رحمتہ اللہ علیہ عاشقِ صادق منصور حلاج کے بارے میں کہتے ہیں کہ صوفیاء کی صف میں عاشق سرّانالحق کہتے ہیں۔ اور یگانگی کی صفات کو وہ حقیقتِ سُبحانی سے پاتا ہے۔ بہرحال منصور حلاج عاشق تھے اور مذہبِ عشق کے پیامی تھے۔(۱۱۳)

اسی مکتب عشق کی پیروی میں حلاج کی محویات اور افکار کا اندازہ ان کے اپنے کلام سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ چند اشعار اس ضمن میں بطور نمونہ درج کیۓ جاتے ہیں:

مرانہ مُلک جہان باید و نہ باغِ جنان — کہ نیست از دو جہانم مراد اِلاّ دوست
چُنان بجان من آمیخت دوست از سرِلطف — کہ نیست فرق ز جانِ عزیز من تا دوست
بدان مقام رسید اتحاد من با او — کہ بازی نشناسم کہ این منم یادوست
ز دوست دیدۂ بینا بجوی تابینی — کہ ہست درہمہ کائنات پیدا دوست
حسین اگر ہمہ خویشان شوند بیگانہ — بجانِ دوست کہ مارا بس است تنہا دوست

(۱۱۴)

گربدیدی رُوی او مومن شُدی — کافری کو میکند انکارِ عشق

(۱۱۵)

بحرِ عشق فرو روحُسین وحال طلب — کہ غیرِ عشق ہمہ قیل و قال می بینیم

(۱۱۶)

فکرِ بہشت و دوزخ دارند اہلِ دانش — من مستِ عشقِ جانان فارغ ز این و آنم

(۱۱۷)

رہِ درقمار خانہ عشقت بیافتیم — تاہر چہ بود در رہِ سودا بباختیم
تو پادشاہ ومن از بندگانِ درگاہم — بغیر تو ز تو چیزِ دگر نمی خواہم

(۱۱۸)

حدیثِ جنت و دوزخ کنند اربابِ دین و دل — چومن حیرانِ جانانم نہ این دانم نہ آن دانم

(۱۱۹)

بہ تیغِ عشق قربان شو شہیدِ عشقِ جانان شو — کہ تاعمرِ ابدیابی بحکمِ نصِ قرآنی

(۱۲۰)

از عشق ساز بدرقہ راہِ ای حُسین — بی راہبر کسی نبرد پی بمنزلی
گر دوست جوئی ایدل از خویش بی نشان شو — تازو نشان بیابی درعین بی نشانی

(۱۲۱)

آخری دونوں اشعار واضح کرتے ہیں کہ حلاج راہِ طریقت وصالِ حقّ تعالیٰ کے لئے اپنا رہبر عشق کو ہی اختیار کر لیتے ہیں۔ اور اس راہ میں اس بے نشان کو پانے کے لئے اپنے آپ کو بے نشان کرنے کا وہ فیصلہ کر لیتے ہیں۔

یہ دراصل مکتبِ عشق کا سیدھا سا اور مختصر درس ہے جس پر بہت سے لوگ گامزن ہوتے ہیں مگر کوئی ایک ہی عاشق جانباز ثابت ہوتا ہے' بقولِ سُلطان العارفین سُلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ:

ع ۔ ہوئے ہزاراں عاشق باھُو پر عشق نصیب کہیندے ھُو

اے باھُو۔ (یوں تو) ہزاروں عاشق گزرے ہیں لیکن عشق (ذات جلشانہٗ) کسی ایک (خوش نصیب ہی کے) نصیب ہوتا ہے۔(۱۲۲)

حلاج کی تصانیف

"کشف المحجوبؒ میں داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مَیں علی بن عثمان الجلابی اُن کی تصانیف کے پچاسؔ نسخے بغداد اور اس کے گردونواح میں ملاحظہ کر چکا ہوں' اور اس کے علاوہ ان کی بعض تصانیف خوزستان' فارس اور خراسان میں بھی میری نظر سے گزر چکی ہیں اور میں نے انہیں سخن ہائے گوناگوں سے معمور پایا' جیسی کہ ابتدائے حال میں مریدوں کی ہوا کرتی ہے' ان میں سے بعض باتیں خاصی قوی ہیں' جبکہ بعض ضعیف بھی ہیں۔ بعض جگہ انداز بیان سلیس اور سہل ہے' تو بعض جگہ دقیق و پیچیدہ بھی ہے۔ (دراصل) جب کسی شخص کو حق کی طرف سے کوئی کشف و نمود ہو اور وہ شخص قوی الحال ہونے کے علاوہ صاحب قلم بھی ہو تو اللہ تعالیٰ کا فضل اس کے شامل حال ہو جاتا ہے' اور وہ باتیں ایسے انداز میں بیان کر جاتا ہے کہ خود اسے اپنی تحریر پر تعجب ہونے لگتا ہے۔ تب بعض لوگ اوہام میں مبتلا ہو کر (اپنی جہالت کے باعث) ان باتوں کے سننے سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔ اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی عقل ان باتوں کا ادراک نہیں کر سکتی' اور وہ (اپنی جہالت کو چھپانے کے لئے) کہہ دیتے ہیں کہ یہ کلام بہت ہی بلند ہے۔ غرض ایک گروہ کا انکار اس کی جہالت کے باعث ہوتا ہے تو دوسرے گروہ کا اقرار بھی جہالت ہی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ گویا ان کا انکار و اقرار برابر ہی ہوتا ہے۔ لیکن جب وہی باتیں محققین اور اہل بصیرت کے سامنے آتی ہے تو وہ عبارت میں اُلجھ کر نہیں رہ جاتے اور نہ اس کے تعجب کے تماشائی بن کر رہ جاتے ہیں بلکہ مذمت و مدح سرائی سے فارغ ہونا پسند کرتے ہیں۔(۱۲۳)

گویا علی ہجویری رحمتہ اللہ علیہ کلام و تصانیف حلاج پر بڑے ادراک و دلیل سے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے انہیں کشف اور دقیق فکر کا کلام بتاتے ہیں۔ نیز حلاج کی پچاس تصانیف تو انہوں نے خود دیکھی ہیں' اور بعض کا مطالعہ بھی کیا ہے۔ گویا حلاج ایک زور دار صاحب قلم بھی تھے۔ افسوس ہے کہ اس وقت ان کی بیشتر تصانیف دستیاب نہیں اور علی ہجویری رحمتہ اللہ علیہ نے جو پچاس تصانیف دیکھی ہیں ان کے نام تحریر نہیں کیے۔ البتہ ایرانی محقق ڈاکٹر رُکن الدّین ہمایوں فرخ نے حلاج کی

اڑتیس(۳۸) کتابوں کے نام گنوائے ہیں' جو اِس طرح ترتیب کے ساتھ درج کی جاتی ہیں:

1:- کتاب طاسین الازل والجواہرالاکبر والشجرہ الزیتونۃ النوریہ۔
2:- کتاب الحروف المحدثہ والازلیہ والاسماء الکلیتہ۔
3:- کتاب الظل الممدود والماء المسکوب والحیاۃ الباقیہ۔
4:- کتاب الحمل النور والحیاۃ والارواح۔
5:- کتاب الصیحون۔
6:- کتاب تفسیر قُل ھُوَاللہُ اَحَد/کتاب الابد والماموُر۔
7:- کتاب قرآن القرآن والفرقان
8:- کتاب خلق الانسان والبیان
9:- کتاب کیدالشیطان وامرالسلطان
10:- کتاب الاصول والفروع
11:- کتاب سرّالعالم والمبعوث / کتاب العدل والتوحید
12:- کتاب السیاستہ والخلفاء والامراء
13:- کتاب علم البقاء والفناء
14:- کتاب شخص الظلمات
15:- کتاب نور النور
16:- کتاب المتجلیات
17:- کتاب الیاکل والعالم والعالم
18:- کتاب مدح النبی والمثل الاعلیٰ
19:- کتاب الغریب الفصیح
20:- کتاب الیقظ وبدوالخلق
21:- کتاب القیامہ والقیامات
22:- کتاب الکبر والعظمتہ

23:- کتاب الصلوٰۃ والصلوٰۃ رکتاب خزائن الخیرات
24:- بالف المقطوع والف المالوف کتاب موابید العارفین کتاب خلق خلائق القرآن والاعتبار
25:- کتاب الصدق والاخلاص، کتاب الامثال والاجواب، کتاب الیقین
26:- کتاب التوحید
27:- کتاب النجم اذاھویٰ کتاب الذاریات ذروا"
28:- کتاب فی انّ الّذی انزل علیک القرآن لرادک الیٰ معاد
29:- کتاب الذرۃ الیٰ نصر القشوری
30:- کتاب السیاستہ الیٰ الحسین بن حمدان
31:- کتاب ھو ھو
32:- کتاب کیف کان و کیف یکون
33:- کتاب الوجود الاول کتاب الکبریت الاحمر
34:- کتاب السمری وجوابہ
35:- کتاب الوجود الثانی
36:- کتاب الاکیف
37:- کتاب الکیفیتہ والحقیقتہ
38:- کتاب الکیفیتہ بالمجاز(۱۲۴)
39:- کتاب دیوان منصور حلاج۔ جو فارسی شعر میں عشق و عرفان پر ایک عمدہ شاہکار ہے، اور حال ہی میں داوُد شیرازی نے کتاب خانہ سنائی تہران سے شائع کرکے اہل علم و عرفان کے لئے نئی راہیں شوق و تجسس کے لئے کشادہ کر دی ہیں۔ بہرحال حلاج کا یہ فارسی دیوان نئی تحقیق کے ساتھ موجود ہے۔(۱۲۵)

منتخباتِ دیوانِ منصور حلاج

ذکر ہو چکا ہے کہ حلاج پرگو اور صاحبِ طرز صاحبِ قلم تھے جن کی کم و بیش پچاس تصانیف کا تو ثبوت حاصل ہو چکا ہے، اور سب کتابیں الٰہیات و عرفان کے دائرہ

میں دقیق معانی سے مملو ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان کی مذکورہ تصانیف عربی میں ہیں۔ البتہ ان کا دیوان فارسی بھی انہیں خیالات و افکار کو سمجھنے میں بڑا ممد ہے۔ حلاج کی شعر گوئی فارسی میں اور ان کی تصوّف و عرفان میں ژرف نگاہی کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ ان کا عشق و عرفان پر نہایت بلند رسائی حاصل کرنا اور عشقِ الٰہی میں قربانی کے جذبات سے سرشار رہنے کے افکار کا تعارف حاصل کرنے کے لئے ان کے فارسی دیوان سے چیدہ چیدہ اشعار زیرِ قلم کئے جاتے ہیں۔

اگرچہ محض گناھم امیدواری من   بفیض شامل الطافِ بی کرانہء اوست
(۱۲۶)

حسین چون سفر راہِ کعبہ درپیش است   بہیچ یارمدہ خاطر و بہیچ دیار
(۱۲۷)

کسی کہ سرِّ حقیقت شناخت میداند   کہ در طریقتِ عشاق عشق نیست مجاز
(۱۲۸)

گر برود ہزار جان، باغمِ عشق او خوشم   من کہ بہ عشق زندہ ام منتِ جان چرا کشم
(۱۲۹)

گدای درگہِ اربابِ فقر تاشدہ ام   ہزار گونہ فراغت ز پادشاہ دارم
(۱۳۰)

مردِ معنی را زِ قول و فعل میباید شناخت   راہِ حقّ نتوان سپردن بار داء طیلسان
(۱۳۱)

چو سلطانی ہمی خواہی، طلب کن ملکِ درویشی   کہ سلطانی ست درویشی و درویشی ست سلطانی
(۱۳۲)

حسنِ عذارِ روح چو ہرگز ندیدہ ای   زان بستہء حکایتِ عذرا و وامقی
(۱۳۳)

ہمچو حسین نامہء ہستی دریدمی   آنگاہ درسِ عشق تو بنیاد کردمی
(۱۳۴)

کجا بہ پیشِ تو آید نیازمندیِ مَن کہ نازنینِ جہانی و سربسر نازی
(۱۳۵)

بی رُوی زَرد و سوزِ دَرون و سَرشکِ لعل درجمعِ اہلِ دل نشوی شمعِ محفلی
(۱۳۶)

زِ پا اُفتادہ ام لطفی بفرمای اگر دستم گرفتن میتوانی
(۱۳۷)

سعدی اور حافظ شیرازی جیسے کلامُ الملوک رکھنے والے صاحبِ کمال اَساتذۂ غزل نے بھی حلاج کا تتبع کیا' جو کئی اشعار میں ملتا ہے' حتیٰ کہ رُومی میں معنوی لحاظ سے حلاج کے اثرات ملتے ہیں۔ حلاج کا پُورا دیوان معرفت کا مخزن اور صنعتِ شعر میں گران بہا فن کا مجموعہ ہے۔ ان منتخبہ پارہ اشعار کو مُشتے نمونہء از خروار کے مصداق حلاج کے افکار اور مکتبِ عشق کے سَودا زدہ انسان کے اسرارِ نہانی کی ایک جھلک پھر سے ترتیب وار اردو کے مفہوم میں سمجھ لیا جائے اور پھر حلاج کے ذوق اور مقام کا اندازہ کیا جائے۔

اشعار کا اُردو میں مفہوم:

اوّل : مَیں اگرچہ محض مجسّم گُناہ ہی ہوں' مگر ان کی لامحدود مہربانیوں اور رحمتوں کا اُمیدوار ہوں۔

دوم : اے حُسینؔ! جب کعبہ کا سَفر دَرپیش ہے تو پھر (اِس دوران) کسی دوست اور کسی علاقہ سے دل نہ لگا۔

سوم : جسے بھی حقیقت کے راز کا پتہ ہے وہ جانتا ہے کہ عاشقوں کی طریقت میں عِشقِ مَجاز نہیں ہے۔

چہارم : اگر جان ہزار بار بھی چلی جائے' مَیں اُس کے عِشق کے غم میں خوش رہوں گا۔ مَیں جب کہ عِشق کی بدولت زندگی پا گیا ہوں تو جان کے لئے کیا مِنّت کروں؟۔

پنجم : مَیں اربابِ فقر کی درگاہ کا جب سے گدا ہُوا ہوں (دُنیا کے) بادشاہ سے

پوری طرح فراغت پا چکا ہوں (مُستغنی ہوں)۔

ششم : کسی بامعنی (اہلِ دِل) شخص کو (اُس کے) قوَل و فِعل سے ہی پہچانا جاسکتا ہے' حقّ تعالیٰ کا راستہ (محض) چادر (وُجبّہ' کی وَضعداریوں) کے سپرد نہیں کیا جاسکتا۔

ہفتم : تُو اگر بادشاہی چاہتا ہے تو درویشی کا ملک طلب کر لے' کیونکہ درویشی سُلطانی ہے اور درویشی ہی سُلطانی ہے۔

ہشتم : تُو نے چونکہ رُوح کے حَسِین رُخسار کا دیدار نہیں کیا اِسی لئے تو وَامق و عذرا (جیسے مجازی) حکایات سے وابستہ ہو کر رہ گیا ہے۔

نہم : حُسینؔ کی طرح پہلے اپنی زندگی کا نامہ چاک کر دیا جاتا (ہے) پھر اس کے بعد ہی تیرے عشق کے سبق کی بنیاد (یا ابتداء) قائم کر لی جاتی (ہے)۔

دھم : میری نیاز مندی تیرے حضُور کیا حیثیت رکھتی ہے جبکہ تو پُورے جہان کا نازنین اور سَراپا ناز ہے۔

یازدھم : زَرد چہرے' سوزِ دَرُون اور خُونین اشک کے بغیر تُو اہلِ دل کی محفل میں شمع بن کر (مقام حاصل کرکے) نہیں رہ سکتا۔

دوازدھم : مَیں (لڑکھڑا کر) پاؤں کے بَل گِر چکا ہوں۔ (اب موقعہ ہے) اگر تُو میری دستگیری فرما دے۔



نتیجۂ کلام

اس تمام مباحث کے بعد اور حلاج سے متعلقہ احوال و معاملات کے ہر پہلو کو دیکھنے کے بعد ہمیں پوری دیانت کے ساتھ حلاج کی شخصیت، کردار اور معروف نعرۂ اَناالحقّ کی حقیقت پر ایک حتمی رائے قائم کرنی ہوگی بلکہ ان کی زندگی و بُود و باش کے ایسے پہلو جو خلط ملط ہو گئے انہیں واضح طور پر پیش کرنا ہے تاکہ گیارہ سو سال کے تہ در تہ پوشیدہ حجابات کو اب اُٹھا لیا جائے۔

1۔ علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اَناالحق مقامِ کبریائی سے متعلق ہے، اس لئے اس کا کہنے والا کیا تختۂ دار پر چڑھایا جانا چاہئے یا نہیں؟ اس کے جواب میں خود فرماتے ہیں کہ اَناالحق اگر ایک فرد کہتا ہے تو اُسے سزا ملنی چاہئے، اگر پُوری مِلّت اَناالحقّ کہہ دے تو پھر جائز ہے:

اَناالحق جز مقامِ کبریا نیست — سزائے او چلیپا ہست یا نیست؟
اگر فردی بگوید سرزنش بہ — اگر قومی بگوید ناروا نیست
(۱۳۸)

گویا علّامہ صاحب، تصوّف میں وحدت الوجود کے نظریہ سے پُوری طرح متفق ہیں اور وہ بھی ایک فرد کے مُنہ سے نکلی ہوئی اس بات کو انکشافِ رازِ نہانی گردانتے ہوئے اسے سزا کا مستحق قرار دیتے ہیں۔ یہ تو رہا اقبال کا انتظامی یا شرعی قانون کے لحاظ سے ایک فتویٰ۔ مگر وہ جہاں تک حلاج کے حالات کی تفصیل پر بنگاہِ باطن اور اُس وقت کے درباری سیاست پر بنگاہِ ظاہر توجّہ کرتے ہیں تو برملا کہتے ہیں کہ کم نظر اور کوتاہ اندیش لوگوں نے فتنے پیدا کئے، اور ایک بندۂ حق کو تختۂ دار پر لٹکایا:

کم نگاہاں فتنہ ہا انگیختند — بندۂ حقّ را بدار آویختند
(۱۳۹)

دراصل حلّاج نے جو کچھ کہا یا ظاہر کیا ایک معراج یا نفسی طور پر یافت حقّ تھا، جو فنائی اللہ کے مقام پر اولیائے کرام میں سے معدودے چند کو حاصل ہو جاتا ہے۔ مگر غضب یہ ہوا کہ حلاج سے اس راز کا اظہار ہوا۔ یافتِ حقّ تصوّف میں تیسرا مرحلہ

ہوتا ہے جو اسے حاصل ہو گیا تھا۔ اِس ضِمن میں دوسرا پہلو بھی سمجھنا چاہئے کہ صُوفی پر وہ وقت بھی طاری ہوتا ہے جب وہ زمان و مکان کی قیود سے نکل جاتا ہے تو زمانہ کے قوانین سے بلند ہو جاتا ہے۔ عام آدمی تو روز و شب کے تسلسل کو زمان کہتا ہے، مگر صُوفی کے قریب یہ بات ہرگز نہیں۔ آنحضورﷺ کا واقعۂ معراج ایک جَست میں زمان و مکان کی پہنائیوں سے بلند ہو جانے کا نام تھا۔ اور اسی طرح صُوفیاء وقت سے بُلند مُسافرت کرتے نظر آتے ہیں۔ حلاج کا اَناالحقّ بھی اس کا زمان و مکان سے بلند تر جَست لگانے کا نام تھا۔

پھر شریعت اور طریقت میں ایک بڑا فنّی نکتہ بھی آتا ہے جِسے فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ سالک جب نفسِ امّارہ کو مغلوب کرلیتا ہے تو پھر اس پر ایسی حالت طاری ہو جاتی ہے کہ اگر اس کے حکم کی تعمیل کے لئے کُفر بھی ہو تو وہ بھی ایمان بن جاتا ہے۔ بس منصور کا اَناالحقّ اسی دائرہ میں عَین ایمان بن جاتا ہے۔

اسی طرح طریقت میں ایک اور فنّی نکتہ سمجھنا چاہئے جو حلاج کے حقّ میں جاتا ہے۔ نُورِ خداوندی کے باعث اگر انسان مسجُودِ ملائک ہو سکتا ہے تو اس کا نُورِ ذات میں استغراق کے باعث "اَناالحق" کہنا کیونکر کُفر ہو سکتا ہے۔ اِسی ضمن میں رُومی رحمتہ اللہ علیہ بھی کہتے ہیں:

آدمی چُوں نُور گردد از خُدا — ہَست مسجُودِ ملائک ز اجتبا (دفتر دوم)

2۔ الکلا باذی رحمتہ اللہ علیہ (ف ۳۸۵ھ) "التعرّف" میں حلاج کے اقوال درج کرتے ہیں مگر احتیاطاً" ان کا نام نہیں لیتے۔(۱۴۰)۔اس بات سے یہ اخذ ہوتا ہے کہ اس زمانہ کے تمام علماء اور صُوفیاء حکومتِ وقت کے اِستبداد سے خائف تھے۔ حلاج زیرِ عتاب شخص تھے، اس لئے کوئی بھی ان کے بارے میں کُھل کر بات کرنا مصلحتِ وقت کے خلاف سمجھتا تھا۔ ہمعصر لوگوں کے تذبذب کا یہ عالم تھا کہ حامد (جو خلیفہ کا وزیر تھا اور حلاج کا مُخالف وہ) تو کہتا ہی تھا کہ حلاج قطعاً" جاہل تھے۔ جبکہ ابن سریج کہتا ہے کہ حلاج بڑا عالِمِ فاضل تھا۔ حیران کُن بات تو اسی لئے بنتی ہے، کہ دونوں حلاج کے ہمعصر اور شناسا ہیں، پھر عربی میں علمِ کلام و الٰہیات پر پچاس کتابیں تصنیف

کرنے والے کو جاہل قرار دینا اُنگلیوں سے سُورج کی تابانی روکنے کے مُترادف ہے۔

۳:- یہ بات بڑی واضح ہو چکی ہے کہ تجلّی ماورائی نے ہی حلاج کو بے مثال قربانی پر پُورے سرور و شادابی کے ساتھ محوّ رکھا۔ دُنیائے ظاہر کا کوئی حُسن و جمال اور دُنیائے ظاہر کا ہر ظلم و جلال اُسے اس مقام پر نہیں لا سکتا تھا' جس سے ماورا وہ خود جا چکا تھا۔

۴:- "کشف المحجوب" میں علی ہجویری رحمتہ اللہ علیہ نے بھی حلاج کو ملامتیوں میں شمار کیا ہے کہ ان کا مشربِ عِشق یا مہر کہا گیا ہے۔ ہمایوں فرخ کے مطابق حلاج شیعہ فِرقے سے تھے اور وہ اسی کی تبلیغ کرتے تھے۔ یہی بات ولی اللہ یوسفیہ کی بھی ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ان کے خیال میں حلاج فرقہ اِمامیہ کی تبلیغ کے باعث زیرِ عتاب آئے۔ مگر ہمارا خیال یہ ہے کہ مذہب و مشربِ عِشق رکھنے والا تو فرقہ بندیوں سے بلند ہوتا ہے اور جیسا کہ پہلے ہم ہمایوں فرخ کے مطابق بتا چکے ہیں کہ حلاج وحدت الادیان کے داعی تھے تو ان کا شیعی تبلیغ کرنے کا طریق بے مقصد ہو کر رہ جاتا ہے۔ وہ بنُو عباس کے مظالم کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ بنُو عباس نے حلاج کی تحریک سے خائف ہو کر ان کے خلاف سازشیں تیار کرنا شروع کر دی تھیں۔ ان کے عملیات کو جادوگری کے نام سے پکارا گیا۔ نیز کئی الزامات تراشے گئے۔ تکفیر کے فتوے لگے زندانی کیا گیا۔ مگر ان پر کچھ ثابت نہ ہو سکتا تھا۔ ایک بار رہا ہوئے' بغداد سے شوش چلے گئے۔ مگر حکومت برابر پیچھے لگی رہی۔ شوش میں گرفتار کئے گئے۔ دین و آئین کی خلاف ورزی کے الزامات عائد کئے گئے۔ بغداد لے جائے گئے اور پھر جو انجام ہوا بیان ہو چکا ہے۔

۵:- حلاج ایک ایسی قد آور شخصیت اور نابغہء وقت تھے کہ ان کو پرکھنے اور سمجھنے کے لئے ان کے تمام معاصرین و مُقربین بونے ثابت ہوئے ہیں۔ جس طرح اندھوں نے کسی ہاتھی کو ٹٹول کر اپنی اپنی رائے دی اسی طرح بیسیوں صوفیاء علماء و فقہا کا حال ہوا۔ کوئی انہیں عالمِ ربّانی قرار دیتا ہے تو کوئی مُلحد و بے دین' کوئی انہیں عالم و باخبر مانتا ہے تو کوئی انہیں مُطلق جاہل گردانتا ہے۔ مگر ان کی اپنی تعلیمات و افکار پر نظر

ڈالی جائے تو حلاج رحمتہ اللہ علیہ ایک فنافی اللہ عاشق' زاہد' عابد و شب زندہ دار صاحبِ کرامات ولی اللہ تھے۔ عبادت و ریاضت میں بے ہمتا اور عبودیت میں انتہائے عِجز و اِنکساری رکھنے والے اور مصائب میں لاتعداد شکر گزاری کرنے والے انسان تھے۔

بلاشبہ ان کے علم و فضل کے سامنے علماء و فقہا ہیچ ہو چکے تھے' اور وہ اُن کو نیچا دکھانے کے لئے ہر بددیانتی اور دروغ گوئی کرنے کو آمادہ ہو گئے تھے۔ ان کی کرامات و عرفان کو دیکھ کر وقت کے زاہد یقیناً" حسد و بغض میں مبتلا ہوئے اور انہیں نیچا دکھانے اور ذلیل کرنے کے لئے ہر فریب و مکر کرنے پر تیار ہو چکے تھے۔ وُزراء اور خلیفہء وقت حلاج کی تحریک اِصلاحِ اخلاق و اِصلاحِ باطن کے سامنے اپنی عیاشیوں کا بھانڈا پھوٹتا دیکھتے تھے۔ اس لئے وہ ہر قسم کے ظلم و بہیمانہ سلوک رَوا رکھنے کے لئے مُطلقاً" اندھے ہو چکے تھے۔

ماحصل

حلّاج کے واقعات اور حالات کو تحقیقی اور تنقیدی انداز میں جیسا کہ بیان مکمل ہو چکا ہے اور اس میں بہی خواہ اور بدخواہ' مصلحت کوش علماء و صوفیاء کے علاوہ صاحبِ بصیرت صوفیائے معاصر و صوفیائے متاخرین و صوفیائے زمانہء آخرین کے آراء بھی سامنے آئے' پھر ایک عمومی بحث بھی نتیجہء کلام کے لئے تحریر کر دی گئی' تو اس کے بعد بعض ایسے نکات پر ایک حتمی رائے قلمبند کرنا لازم ہے جو ان تمام مباحث کے باوجود بھی عام ناظرین شاید اُلجھن میں رہ نہ جائیں۔ ایسے نکات جو بالکل واضح کر دینے کے لئے مطلوب ہیں تحریر کر دینے کے بعد اس قصہء عجیب و غریب کو اختتام پذیر کیا جاتا ہے۔

(ا) سالِ ولادت اور سالِ وفات: تمام قرائن و تواریخ و مباحث جو زیرِ غور آ چکے ہیں اُن کے مطابق حُسین بن منصُور حلّاج کی ولادت ۲۴۵ھ ر ۸۵۸ء کو ہوئی اور ۶۴ سال کی عمر میں اُن کی شہادت ۳۰۹ھ ر ۹۲۲ء کو واقع ہوئی۔

(ب) مسکنت: حلاج کی پیدائش خُراسان کے علاقہ نیشاپور یا سرخس میں ہوئی وہ

اس نسبت سے نیشاپوری، سرخسی اور طالقانی ہوئے۔ وہ بڑے ہو کر واسط اور پھر بیضا میں بھی کچھ عرصہ رہے۔

(ج) پیرانِ صُحبت: اوّلین شاگردانہ تعلّق سہل بن عبداللہ تستری رحمتہ اللہ علیہ سے رہا۔ شیخ جُنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ اور خواجہ حَسَن بصری رحمتہ اللہ علیہ سے اِکتسابِ فیض کیا۔ البتہ جُنید رحمتہ اللہ علیہ کا طریق صحو تھا اور حلاج صاحبِ سُکر تھے زیادہ نباہ نہ ہو سکی مگر جُنید رحمتہ اللہ علیہ سے حدّ آداب قائم رہا۔ عمرو بن عثمان بصرہ سے اور ابوالحسن نُوری سے صُحبت رہی۔ عمرو بن عثمان مکّی سے خرقہء طریقت حاصل کی۔

(د) اَناالحقّ: حَلاّج سے یہ شطح واقعی سَرزد ہوتا رہا مگر بالکل ہی ایسے جس طرح دوسرے اولیائے طریقت سے واقع ہوتا رہا۔ شطح کی بِنا پر قابلِ گرفت ٹھہرایا جانا اِنصاف کے منافی ہوا ہے۔

(ہ) وَجہِ قتل: (i) "اخبارا لحلاّج" سے جو اخذ ہوا اس کے مطابق حلاج مشیّتِ ایزدی کو اپنے ظاہری انجام کے بارے میں پہلے ہی مشاہدہ کر رہے تھے، اور وہ اس کا برابر استقبال کر رہے تھے۔ یہ بالکل قطعی درست ہے مگر اس کا تعلّق باطن سے ہے، اور ہم ظاہری اسباب علل کو ہی باعث توجہ لا سکتے ہیں۔

(ii) حلول یا وجُودیّت کے مسئلہ پر نَو[9] سال تک کی قیدو بند باعثِ تمسخر ہے، اس میں کونسا انصاف ہو سکتا ہے۔ بیشتر اولیائے عظام اور صُوفیائے کرام فلسفہ و مقامِ وجودیت سے متعلق ہوئے ہیں۔

(iii) یہ روایت کہ انہوں نے حج پر نہ جا سکنے والے غُربا کے لئے ایسا طریقہء عبادت، ریاضت میں تجویز کر دیا تھا جس سے انہیں حج کا ثواب مِل جاتا۔ اکثر بزرگانِ دین نے مُراقبہ، چِلہ اور خِلوت میں جو عبادات کی ہیں انہوں نے اس قسم کے دائرے بنائے ہیں جن میں بیٹھ کر یہ ایّامِ چِلّہ، مُراقبہ اور خلوت گزینی گزارے جاتے ہیں۔ بعض اوقات ان دائروں میں نبی اکرم ﷺ کا روضۂ مبارک اور بعض اوقات ان میں حرمِ کعبہ اور بَیت المَقدس بھی ہوتے ہیں یہ سب تصوّراتی دائرے ہوتے ہیں جن میں وہ عبادات و

ریاضت کے مخصوص ایام خود گزارتے اور طالبانِ حقّ کو اس پر عمل کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔ طریقت میں ایسے اعمال کو کسی نے قباحت کی نظر سے نہیں دیکھا۔ حَلاّج نے اگر کوئی ایسا طریقہ تصوّراتی عبادت و ریاضت کے لئے اور تزکیۂ نفس کے لئے بتایا تھا تو کسی طرح قابلِ اعتراض صورت حال نہ ہو سکتی تھی۔ اور نہ اس سے اصل حج کی نفی ہوتی ہے۔

(iv) حَلاج کا قتل مذہبی وُجوہات کی بنا پر ثابت نہیں ہوتا۔ اس کے پیرانِ صُحبت سب سُنّی مسلک کے مشائخ تھے جس سے خُود اُن کا سُنّی مسلک سے وابستہ ہونے کی دلیل ملتی ہے۔ وہ صوفیائے عظام کی طرح اہل بَیت کے مُحِب اور خانوادۂ رِسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے غلاموں میں اپنے کو شمار کرتے تھے، اِس نِسبت سے اہلِ تشیع بھی ان کے مَدّاح بنتے ہیں۔ وہ رَہِ حجاز کے دیوانہ وار رَہرو اور حَرمین شریفین کے عملاً مجاور بن کر رہے، بھلا کس طرح کوئی مذہبی اختلاف ان کے قتل کا باعث ہو سکتا تھا۔

(v) حَامِد بن عَباس وزیر کی خُود سَاختہ تہمتوں کے باعث وہ زیرِعتاب رہے۔ سیاسی نقطۂ نظر سے حَلاج کا وجود عباسیوں کے لئے خطرے کا باعث تھا، اس لئے ان کو راستہ سے بدنام کر کے ہٹایا جانا ضروری سمجھا گیا۔

(vi) حَلاج کو سیاست کی بنا پر غدار حکمران کے عمل سے قتل کیا گیا۔

(vii) اس میں شک نہیں کہ اس قتل کی ظاہری وجہ شطح "اناالحقّ" ہی تھا۔ اسی لئے تو حَلاج نے خود دُعا کی کہ یااللہ اِن لوگوں کو معاف کر دینا کیونکہ وہ میرے راز سے واقف نہ تھے، اگر وہ واقف ہوتے تو مجھے قتل نہ کرتے۔ اور اے اللہ اگر تُونے مجھ پر اپنا راز منکشف نہ کیا ہوتا تو مَیں بھی اِس بَلا میں گرفتار نہ ہوتا۔

(viii) عِشقِ مجاز کی ایک داستان کو اگر درست بھی سمجھ لیا جائے تو اس میں بھی حَلاج خود مُلوّث نہ تھے بلکہ حَامد بن عباس کی منکوحہ کنیزہ اغول نامی ہی حَلاج کی شخصیت پر فریفتہ تھی اور حَلاج سَراسَرپاکیزگی سے رہے۔

(و) شخصیّت: حلاج حافظِ قرآن، عالِمِ قرآن، فِقہ کے ماہر، حَدیث کے عالِم، صَائم الدّہر، قائم اللیّل، رَقیقُ القلب، صاحبِ تصانیفِ کثیر اور صاحبِ کرامات بزرگ تھے۔

(ز) تاریخی غلطی: ان کے ہمعصر انہیں کے قریبی ہمنام حسن بن منصور حلاج بغداد میں ایک ساحر اور فریب کار انسان تھے، جبکہ حسین بن منصور حلاج خراسانی تھے، اور بالکل ہی مختلف صلاحیتوں کے مالک تھے، مگر تاریخ میں ان دونوں کو ملا جلا کر گڈ مڈ کر دیا گیا۔

(ح) جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ: ابن عطا رحمتہ اللہ علیہ، شبلی رحمتہ اللہ علیہ، اور فاطمہ نیشاپوریہ رحمتہ اللہ علیہا نے جب حلاج کے پاس جا کر انہیں سمجھانے کی کوشش کی تاکہ وہ اپنے ظاہری شطح کے استعمال سے باز آجائیں اور شرعی گرفت سے بچ جائیں تو یقیناً یہ ساری کوشش بھی جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کی طرف سے تھیں۔ مگر حلاج نے ایک نہ مانی اور اپنے جذب و سلوکِ عشق پر ڈٹے رہے جو جنید رحمتہ اللہ علیہ کے لئے بڑی تکلیف و رنج کا باعث ہوا۔ خلیفہء وقت کا فرمان بڑا ظالمانہ تھا جس سے انکار جنید رحمتہ اللہ علیہ کے لئے مصیبت کا باعث ہو سکتا تھا، اور دوسری طرف شرعاً" ایسے انکشافِ راز پر علماء کے فتاویٰ سے انکار کرنا بھی ان کے لئے مصلحت کے خلاف تھا اور مجبوراً" انہوں نے علمائے ظاہر کا لباس پہنا اور فتوے پر دستخط ثبت کر دیئے۔

(ط) مزار: خلیفہ کی والدہ شغب نامی حلاج کی عقیدتمند تھیں، جنہوں نے حلاج کے سر کو شاہی خزانہ میں محفوظ کرا لیا اور پھر اپنے بھائی کے مزار کے قریب و صلح کے تعاون سے قتل گاہِ حلاج کو زیارت گاہِ عام قرار دیا، جہاں حلاج کا سرِ مبارک دفن ہوا۔

تا حشر بُوَد سجدہ گہِ اہلِ محبّت
جائی کہ نشانی زکفِ پای تو دارد

(دیوانِ منصور حلّاج)



اشارات و کتابیات

۱:۔ دیوان منصور حلاج۔ تہران ۱۳۴۳، ص ۱۰

۲:۔ دیوانِ منصور حلاج۔ تہران ۱۳۴۳، ص ۲۱۵

۳:۔ حسین بن منصور حلاج۔ خورشید نعیم ملک۔ لاہور۔ ۱۹۹۰، ص ص۔ ۷، ۱۱، ۱۲، ۱۳

۴:۔ حسین بنِ منصور حلاج۔ خورشید نعیم ملک۔ لاہور۔ ۱۹۹۰، ص ۳۴

۵:۔ حسین بن منصور حلاج۔ خورشید نعیم ملک۔ لاہور۔ ۱۹۹۰، ص ۱۵۱

۶:۔ حسین بنِ منصور حلاج۔ خورشید نعیم ملک۔ لاہور۔ ۱۹۹۰، ص ۱۷۳
بحوالہ (ا) انسائیکلوپیڈیا آف اسلام، ج ۸، ۵۲۹۔ ۵۳۰

۷:۔ دشتِ سوس۔ جمیلہ ہاشمی۔ فیروز سنز۔ لاہور۔ ۱۹۸۸ء۔ ص ۸۷، ۳۶۴

۸:۔ القرآن (النساء۔ ۱۵۷)

۹:۔ حسین بن منصور حلاج۔ خورشید نعیم ملک۔ لاہور۔ ۱۹۹۰، ص ۱۹۹

۱۰:۔ حافظِ خراباتی۔ دکتر رکن الدین ہمایوں فرخ، تہران۔ ۱۳۵۴ھ ش، ج ۶: ۴۸۳۰ بحوالہ ابن خرم ج ۴: ۱۸۷

۱۱:۔ حافظِ خراباتی۔ دکتر رکن الدین ہمایوں فرخ۔ تہران ۱۳۵۴ھ ش۔ ج ۶: ۴۸۳۰

۱۲:۔ حافظِ خراباتی۔ دکتر رکن الدین ہمایوں فرخ۔ تہران۔ ۱۳۵۴ھ ش، ج ۶: ۴۸۳۰

۱۳:۔ حافظِ خراباتی۔ دکتر رکن الدین ہمایوں فرخ۔ تہران۔ ۱۳۵۴ھ ش، ج ۶: ۴۸۳۷
بحوالہ طبقات الصوفیہ، تالیف خواجہ عبداللہ انصاری

۱۴:۔ حافظِ خراباتی۔ دکتر رکن الدین ہمایوں فرخ۔ تہران۔ ۱۳۵۴ھ ش۔ ج ۶: ۴۸۳۸

۱۵:۔ حافظِ خراباتی۔ دکتر رکن الدین ہمایوں فرخ۔ تہران۔ ۱۳۵۴ھ ش۔ ج ۶: ۴۸۴۹

۱۶:۔ اسلامک لٹریچر۔ ڈاکٹر نجیب اللہ۔ نیویارک۔ ۱۹۶۳۔ ص ۱۵۱

۱۷:۔ دیوانِ منصور حلاج۔ مرتبہ داؤد شیرازی ناشر تہران۔ ۱۳۴۳، ص ص ۲۴، ۲۶، ۲۷

۱۸:۔ دشتِ سوس۔ جمیلہ ہاشمی۔ فیروز سنز لاہور۔ ۱۹۸۸ء۔ ص ص ۴۵، ۶۸

۱۹:۔ دنیا کے تمام صوفیانہ ادب میں خدا کو محبوب ہی قرار دیا گیا ہے۔ فلوطین، فرفریوس، شنکر، رام نوج، ولبھ اچاریہ، منصور حلاج، شیخِ اکبر، مرشد رومی، خواجہ عطار، حکیم عراقی، عارفِ جامی، حکیم سنائی، بیدل، شاہ عبداللطیف بھٹائی، سچل سرمست، وارث شاہ، سلطان باھو، بلھے شاہ، رام کرشن، پرم ہنس اور اقبال، سب نے خدا ہی کو محبوبِ حقیقی بنایا ہے اور عشقِ حقیقی کا نغمہ سنایا ہے۔ یہ سب ایک ہی شمعِ حقیقت کے پروانے ہیں اور ایک ہی مسلک یعنی مذہبِ عشق کے مبلغ ہیں۔ جسے شک ہو بطور خود اُن کی تصانیف کا مطالعہ کر لے۔
از حاشیہ کتاب، تاریخِ تصوف۔ پروفیسر یوسف سلیم چشتی۔ لاہور۔ ۱۹۷۶، ص ۸۶

۲۰- تاریخ تصوّف۔ پروفیسر یُوسف سلیم چشتی۔ لاہور ۱۹۷۶ء، ص ۲۵۵۔ بحوالہ قُوت القلُوب۔ ابُو طالب مکّی

۲۱- تاریخ تصوّف۔ پروفیسر یُوسف سلیم چشتی۔ لاہور ۱۹۷۶ء، ص ۲۵۶

بحوالہ رسالۃ القشیریہ۔ ابُو القاسم قشیری رحمتہ اللہ علیہ

۲۲- تاریخ تصوّف، پروفیسر یُوسف سلیم چشتی۔ لاہور۔ ۱۹۷۶ء، ص ۲۵۸

بحوالہ تاریخ ادبیاتِ ایران، پروفیسر براؤن

کتاب الفہرست

۲۳- حُسین بن منصُور حلاج۔ خورشید نعیم ملک، لاہور۔ ۱۹۹۰ء، ص ۱۰۹، ۱۲۰۔

۲۴- حسین بن منصُور حلاج۔ خورشید نعیم ملک، لاہور۔ ۱۹۹۰ء، ص ۳۵، ۳۶۔

۲۵- حُسین بن منصُور حلاج۔ خورشید نعیم ملک، لاہور۔ ۱۹۹۰ء، ص ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳۔

۲۶- حافظ خراباتی۔ دکتر رکن الدّین ہمایوں فرخ، ج ۶: ۴۸۳۱۔ ۴۸۳۳۔ ۴۸۳۴

ابنِ ندیم (الفہرست ابنِ ندیم، ترجمہ م۔ رضا تجدد، چاپ اول، ص ۳۵۵)

۲۷- تاریخ تصوّف۔ پروفیسر یُوسف سلیم چشتی۔ لاہور۔ ۱۹۷۶ء، ص ۲۵۴

کتاب اللمع۔ ابو نصر سراج رحمتہ اللہ علیہ

۲۸- تاریخ تصوّف، ص ۲۵۵

طبقات الصُّوفیہ، ابو عبد الرّحمٰن السلمی

۲۹- تاریخ تصوّف، ص ۲۵۶

کشفُ المحجُوب، علی ہجویری رحمتہ اللہ علیہ

۳۰- تاریخ تصوّف، ص ۲۵۷

تذکرۃُ الاولیاء، فریدُ الدّین عطار رحمتہ اللہ علیہ

۳۱- تاریخ تصوّف، ص ۲۵۱

نفحات الانس، عبد الرّحمٰن جامی رحمتہ اللہ علیہ

۳۲- تاریخ تصوّف، ص ص ۲۶۱۔ ۲۶۲

البدایہ والنہایہ، ابنِ کثیر، ج ۱۱: ۱۳۲۔ ۱۴۴

۳۳- تاریخ تصوّف، ص ۲۷۲

التصوّف الاسلامی، دکتور البیر نصری، ص ۹۳

۳۴- حُسین بن منصُور حلاج۔ خورشید نعیم ملک۔ لاہور ۱۹۹۰ء، ص ص ۹۔ ۱۰

تذکرۃُ الاولیاء، فرید الدّین عطار رحمتہ اللہ علیہ

۳۵- حسین بن منصُور حلاج، ص ۲۸

کشف المحجُوب، علی ہجویری رحمتہ اللہ علیہ

۳۶- حُسین بن منصُور حلاج، ص ۳۴

۳۷- حُسین بن منصُور حلاج، ص ۴۵

۳۸- حُسین بن منصُور حلاج، ص ص ۱۲۱، ۱۲۳، ۱۲۵

۳۹- حسین بن منصور حلاج، ص ۱۵۲

۴۰- حسین بن منصور حلاج، ص ۱۷۵

مثنوی جلال الدّین رُومی رحمتہ اللہ علیہ ج: ۶

۴۱- حسین بن منصور حلاج، ص ص ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔

۴۲- حسین بن منصور حلاج، ص ۲۰۴

طبقاتُ الاخیار (طبقاتِ کبریٰ)، عبد الوہاب الشعرانی۔

۴۳- حافظِ خراباتی، ۶: ۴۷۳۰

۴۴- حافظِ خراباتی، ۶: ۴۸۳۷

طبقاتُ الصُّوفیہ۔ عبد اللہ انصاری رحمتہ اللہ علیہ

۴۵- حافظِ خراباتی، ۶: ۴۸۳۹

شرح شطحیات، شیخ روزبہان بقلی رحمتہ اللہ علیہ

۴۶- اِسلامک لٹریچر۔ ڈاکٹر نجیب اللہ، ص ۱۵۲

۴۷- تذکرۃُ الاولیاء، فریدُ الدّین عطار رحمتہ اللہ علیہ، پشاور۔ ۱۳۲۱ھ، ص ۳۱۴

۴۸- کشفُ المحجُوب۔ علی ہجویری رحمتہ اللہ علیہ۔ ترجمہ محمد عبد المجید یزدانی، لاہور، ۱۹۶۸ء، ص ۲۵۲۔ ۲۵۱

۴۹- حسین بن منصور حلاج، ص ۸۶

۵۰- حسین بن منصُور حلاج، ص ۱۶۸

۵۱- تاریخ تصوّف۔ پروفیسر سلیم چشتی، ص ۲۷۲

لوئی ماسینیون نے کھانے پینے والے انسان کے جُملہ کے ساتھ (مسیح) کا اضافہ کرکے عیسائیت کا پرچار کرنے کی کوشش کی ہے جو حلاج کا مقصُود نہ تھا۔

۵۲- تاریخ تصوّف۔ پروفیسر سلیم چشتی، ص ۲۷۰

۵۳- حسین بن منصور حلاج، ص ۱۶

تذکرۃ الاولیاء، فریدُ الدّین عطار رحمتہ اللہ علیہ۔ پشاور ۱۳۲۱ھ، ص ۳۱۷

۵۴- حسین بن منصور حلاج، ص ۷۷

۵۵- حسین بن منصور حلاج، ص ۱۲۵۔ ۱۲۶

۵۶:- حُسین بن منصُور حلاج، ص ۸۲-۸۶

۵۷:- حُسین بن منصُور حلاج، ص ص ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۷

THE RECONSTRUCTION OF RELIGOUS THEOUGHTS IN ISLAM-IQBAL LAHORE. 1986 'P 77.

کُلیاتِ اِقبال (فارسی) لاہور۔ ۱۹۸۵ء۔ جاوید نامہ، ص ۱۲۳

۵۸:- حسین بن منصُور حلاج، ص ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۸

۵۹:- حُسین بن منصُور حلاج، ص ۱۵۰، ۱۶۲

۶۰:- حسین بن منصُور حلاج، ص ۲۰۳، ۲۰۷، ۲۱۰، ۲۱۱

۶۱:- حافظِ خراباتی، ۶: ۴۸۴۵

۶۲:- حسین بن منصُور حلاج، ص ۸۸

۶۳:- حسین بن منصُور حلاج، ص ۹۲-۹۹

۶۴:- حُسین بن منصُور حلاج، ص ۱۸۶

مثنوی مولوی معنوی، جلال الدّین رُومی رحمتہ اللہ علیہ۔ لاہور (مُترجمہ سجّاد حسین) ۱۹۷۶، ۲: ۱۴۱

اِنسائیکلو پیڈیا آف اسلام، ۸: ۲۳۴-۵۳۲

۶۵:- تاریخ تصوّف، ص ۲۷۲

صوفیائے اِسلام، پروفیسر نکلسن۔ لندن، ۱۹۱۴ء

مثنوی مولوی معنوی، جلال الدّین رُومی رحمتہ اللہ علیہ۔ ۲: ۱۴۱

۶۶:- دیوانِ منصُور حلاج، ص ۳۰

۶۷:- دَشتِ سُوس۔ جمیلہ ہاشمی، فیروز سنز، لاہور۔ ۱۹۸۸ء، ص ۲۰۸-۲۰۰، ۲۵۹

۶۸:- دَشتِ سُوس۔ جمیلہ ہاشمی، فیروز سنز لاہور۔ ۱۹۸۸ء، ص ۴۱۷، ۳۷، ۴۳۴، ۷۱، ۴۶۸، ۹۵، ۴۸۵۔

۶۹:- حُسین بن منصُور حلاج، ص ۱۹

تذکرۃُ الاولیاء، ص ۳۱۹

۷۰:- دَشتِ سُوس ----------، ص ۴۶۲-۴۵۵

۷۱:- حُسین بن منصور حلاج، ص ۷۰-۷۱

۷۲:- حسین بن منصور حلاج، ص ۱۴۸

۷۳:- حُسین بن منصور حلاج، ص ۱۷۰-۱۷۱

۷۴:- حُسین بن منصور حلاج، ص ۱۷۲

تذکرۃُ الاولیاء، ص ۳۱۵

۷۵:- حُسین بن منصُور حلاج، ص ۱۷۶

مثنوی مولوی معنوی، جلال الدّین رُومی، دفترِ ششم

۷۶:- حسین بن منصُور حلاج، ص ۱۸۰-۱۸۱

۷۷:- حسین بن منصُور حلاج، ص ۱۸۲

مثنوی مولوی معنوی، ۲: ۱۳۶-۱۳۷

۷۸:- حسین بن منصُور حلاج، ص ۱۸۳

۷۹:- حسین بن منصور حلاج، ص ۲۰۸

۸۰:- حسین بن منصُور حلاج، ص ۲۱۳

۸۱:- حافظِ خراباتی، ۶: ۴۸۴۲

سیرۃ ابنِ خفیف رحمتہ اللہ علیہ۔ شطحیات، ص ۵

دیوانِ حافظ (مترجم سجّاد حسین) دہلی، ۱۹۷۲ء، ص ۱۷۱

۸۲:- حافظِ خراباتی ۶: ۴۸۴۳

عبہر العاشقین۔ روزبھان بقلی رحمتہ اللہ علیہ، ص ۴۱۶

سُبحَانِی مَا اَعظَمَ شَانِی

لَیسَ فِی جُبّتِی غَیرُ اللہ۔ ہر دو شطحات بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ سے منسوب ہیں۔

انا الحق، حسین بن منصور حلاج رحمتہ اللہ علیہ سے منسوب ہے۔

۸۳:- تذکرۃ الاولیاء، ص ۳۲۲

۸۴:- دیوانِ منصور حلاج، ص ۱۴۳

۸۵:- دیوانِ منصُور حلاج، ص ۱۶۸

۸۶:- تذکرۃ الاولیاء، ص ۳۱۳-۳۱۴

۸۷:- تذکرۃ الاولیاء، ص ۳۱۵

۸۸:- تذکرۃ الاولیاء، ص ۳۱۹

۸۹:- تاریخ تصوف، ص ۲۷۲

التصوّف الاسلامی۔ ڈاکٹر زکی مبارک ۱: ۲۱۱

تاریخ بغداد، ص ۱۴۱

حلاج کے مُرید کہتے تھے "اِنّہٗ لَم یُصلَب وَاِنّمَا شُبّہ لِمَن صَلبُوہ"

حلاج کے اشعار عربی:

مزجت رُوحک فی رُوحی کما
تمزج الخمزۃ بالماء الزلال

فا ذا مسک شیئی مسنی
فا ذا انت انا فی کُل حال

۹۰:- تاریخِ تصوّف، ص، ص ۲۷۲، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲

۹۱:- حُسین بن منصُور حلاج۔ ص ۱۵۲، ۱۵۳
کشفُ المجوب (ترجمہ پروفیسر عبدالجید یزدانی) لاہور۔ ۱۹۶۸، ص ۲۵۴

۹۲:- اَبیاتِ باھُو رحمتہ اللہ علیہ معہ ترجمہ و شرح، سُلطان الطاف علی۔ حضرت غُلام دستگیر اکادمی طبع سوم ۱۹۸۸ء، بیت ۱۲۴، ص ۲۲۳

۹۳:- دِیوانِ باھُو(فارسی) تحقیق و ترجمہ ڈاکٹر سُلطان الطاف علی۔ حضرت سُلطان باھُو اکیڈمی ۱۹۹۱ء، غزل ۳، ص ۳۶، ۳۷

۹۴:- سچّل سَرمَست سرائیکی دِیوان، مُرتّبہ و مترجمہ صِدیق طاہر، لاہور ۱۹۷۸ء، ص ۲۵۴، ۲۵۵

۹۵:- کُلیاتِ اِقبال، ارمغانِ حِجاز (حضُورِ مِلّت) ص ۲۷

۹۶:- تَذکرۃُ الاولیاء، ص ۳۱۵

۹۷:- تذکرۃ الاولیاء، ص ۳۱۹

۹۸:- حسین بن منصُور حلاج۔ ص ۱۲
تذکرۃُ الاولیاء ص ۳۱۵

۹۹:- حُسین بن منصُور حلاج، ص ۱۵

۱۰۰:- حسین بن منصُور حلاج، ص ۳۱
کشفُ المجوب، ص ۲۵۴

۱۰۱:- حسین بن منصُور حلاج، ص ۱۵۰

۱۰۲:- حسین بن منصُور حلاج، ص ۱۷۴
سِیرت ابنِ منصُور۔ مولانا ظفر احمد عثمانی، ص ۳۱

۱۰۳:- حافظِ خراباتی، ۶: ۴۲۲۹

۱۰۴:- ابیاتِ باھُو معہ ترجمہ و شرح، بیت ۱۹۱، ص ۶۱۰

۱۰۵:- حافظِ خراباتی، ۶: ۴۷۳۰

۱۰۶:- حافظِ خراباتی، ۶: ۴۸۵۱

۱۰۷:- حافظِ خراباتی، ۶: ۴۸۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳ اسلام در ایران (ترجمہ آقای کریم کشاورز) ص ۳۵۶

۱۰۸:- "وجُودُ المخلوقات عین وجود الخالق"

۱۰۹:- حافظِ خراباتی، ۶: ۴۸۵۳

۱۱۰:- حافظِ خراباتی، ۶: ۴۸۵۳

۱۱۱:- حافظِ خراباتی، ۶: ۴۸۵۳ تا ۵۰۲۵

۱۱۲:- حافظِ خراباتی، ۶: ۴۸۲۹

۱۱۳:- حافظِ خراباتی، ۶: ۴۸۴۶

۱۱۴:- دیوانِ منصُور حلاج، ص ۵۱

۱۱۵:- دیوانِ منصُور حلاج، ص ۱۰۳

۱۱۶:- دیوانِ منصُور حلاج، ص ۱۱۴

۱۱۷:- دیوانِ منصُور حلاج، ص ۱۱۵

۱۱۸:- دیوانِ منصُور حلاج، ص ۱۲۱

۱۱۹:- دیوانِ منصُور حلاج، ص ۱۳۵

۱۲۰:- دیوانِ منصُور حلاج، ص ۱۹۹

۱۲۱:- دیوانِ منصُور حلاج، ص ۲۲۰

۱۲۲:- ابیاتِ باھُو مع ترجمہ و شرح، بیت ۱۳۵، ص ۴۵۲

۱۲۳:- کشفُ المجوب، ص ۲۵۲، ۲۵۳

۱۲۴:- حافظِ خراباتی، ۶: ۴۸۳۴، ۴۸۳۵

۱۲۵:- دیوانِ منصُور حلاج، تہران ۱۳۴۳

۱۲۶: تا ۱۳۷: دِیوانِ منصُور حلاج ص ۴۷، ۸۸، ۹۱، ۱۲۵، ۱۳۷، ۱۴۸، ۱۸۲، ۱۹۵، ۲۰۶، ۲۱۲، ۲۲۰، ۲۲۹

۱۳۸:- کُلیاتِ اقبال، ارمغانِ حِجاز (حضور مِلّت)، ص ۷۰

۱۳۹:- کُلیاتِ اقبال۔ جاوید نامہ، ص ۱۲۲

۱۴۰:- تاریخِ تصوّف، ص ۲۵۴

❀ ❀

حضرت غلام دستگیر اکادمی